در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ یادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۵۹-۶۰ — جلد نمبر ۵

۱ تا ۱۶ اپریل ۱۹۹۵ء — ۱ تا ۱۶ ذیقعد ۱۴۱۵ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

مجلس ادارت

مدیر: غلام الحسنین قادری گیلانی
(بی کام آنرز)

معاونین

۱۔ پروفیسر محمد اسماعیل صاحب سیٹھی
(سابق سیکرٹری تعلیم صوبہ سرحد)

۲۔ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی
(لیکچرر جناح کالج برائے خواتین پشاور یونیورسٹی)

۳۔ الحاج صوفی مشتاق احمد صاحب
(سابق پرنسپل ہائر سکنڈری سکول کاکشال پشاور)

۴۔ اقبال ریاض صاحب
(ایڈیٹر ہفت روزہ سیاست پشاور)

۵۔ سید محمد انور شاہ قادری
(لائبریرین ایجوکیشن کالج گل بہار پشاور)

قانونی مشیر

۱۔ محمد اسماعیل قریشی (ایڈووکیٹ)

۲۔ اویس احمد قادری (ایڈووکیٹ)

مجلس مشاورت

۱۔ سید محمد حسنین قادری گیلانی
(اے وی پی نیشنل بنک)

۲۔ سید سجاد حسین شاہ بخاری
(ڈیگر یکٹو ، نیبرز روڈ)

۳۔ الحاج منظور الٰہی قادری
(وی پی یونائیٹڈ بنک)

۴۔ الحاج محمد عابد (صراف)

۵۔ ڈاکٹر محمد انعام قادری
(درمہلول خیبر ہسپتال پشاور)

۶۔ سمیع اللہ قادری
(لائبریرین ہائیر سکنڈری سکول چگنی پشاور)

مجلس منتظمہ

۱۔ سید علاؤالدین علی قادری گیلانی

۲۔ سید سعید الزمان قادری گیلانی

۳۔ محمد سلیم قادری ، حاجی سجاد حسین

سرکولیشن منیجر: سید نور الحسنین قادری گیلانی

اسسٹنٹ سرکولیشن منیجر سید حبیب شاہ قادری

قیمت : ۷ روپے

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	غلام الحسنین قادری گیلانی	۳
۲	نعت شریف	پروفیسر خاطر غزنوی	۵
۳	تعظیم و توقیر	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد (کراچی)	۶
۴	حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ	نیک محمد قادری	۱۴
۵	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ اور رسالہ ذکر جہر	مولانا عبد الحکیم شرف نقشبندی (لاہور)	۲۵
۶	استفتاء مع الجواب	علامہ مفتی خلیل الرحمن (پشاور)	۳۳
۷	جمعیت سادات کا ماہانہ اجلاس	سید محمد انور شاہ قادری	۴۲
۸	تخلیق کائنات	الحاج صوفی مشتاق احمد ایم اے	۴۳
۹	کیا عالم اسلام متحد ہو سکتا ہے	اقبال ریاض	۴۷
۱۰	ملفوظات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سید نور الحسنین قادری گیلانی	۵۰
۱۱	انوار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم	مدیر اعلیٰ	۵۳
۱۲	سیر السلوک الی ملک الملوک	مدیر اعلیٰ	۵۹
۱۳	آہ! صاحبزادہ طیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (چھوہر شریف) ہری پور	سید محمد انور شاہ قادری	۶۳

شذرہ

کراچی کی صورتحال

غلام الحسنین قادری گیـ

گزشتہ کچھ عرصے سے کراچی کے واقعات پوری پاکستانی قوم کے لئے لمحہ فکر بنے ہوتے ہیں۔ ان حالات کو بگاڑنے میں خارجہ اور داخلہ دونوں عوامل کارفرما ہیں۔ جہاں تک بیرونی مداخلت کا تعلق ہے تو اربابِ فکر و دانش نے کافی عرصہ قبل حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کروانے کی کوشش کی خصوصاً حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی مدظلہ العالی صدر جمعیت علماء پاکستان نے تو مارشل لاء دور میں ہی بھارتی دہشت گردوں کی سندھ آمد اور اس کو روکنے کے لئے سرحد کو سیل کرنے کے بار بار مطالبے کئے لیکن ارباب اقتدار کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی چنانچہ ہزاروں تربیت یافتہ بھارتی دہشت گردوں نے سندھ میں داخل ہو کر تباہی مچادی جس کو روکنے کے لئے فوج طلب کرنا پڑی اور جونہی فوج بیرکوں میں واپس ہوئی تو لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار پھر گرم ہوگیا۔ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے کراچی کی بدامنی کو ڈرگ مافیا کی کارروائی قرار دیا۔ یقیناً اسے بھی خارج از امکان نہیں کہا جاسکتا۔

دوسری طرف اگر داخلی عوامل کو مدنظر رکھا جائے تو اس سلسلے میں اہل وطن خصوصاً برسراقتدار طبقہ کی کوتاہیاں بھی اظہر من الشمس ہیں کہ انہوں نے اپنی حکومت کو طول دینے کے لئے لسانی اور مذہبی منافرت پیدا کی اور کراچی میں کلاشنکوف کلچر متعارف کروایا۔ جس کے متعلق اخبارات و رسائل میں تفصیلی تبصرے شائع ہوچکے ہیں۔ بہرحال کراچی کی موجودہ صورتحال کو بدلنے اور امن قائم کرنے کے لئے محب وطن سیاسی قائدین، علماء، دانشور، ادیب اور تجزیہ نگار اپنی سفارشات اور تجاویز حکومت کی خدمت میں پیش کرچکے ہیں۔ اب حکومت کا فرض ہے کہ وہ خلوص دل سے جلد از جلد اپنا کر عملدرآمد کروائے۔

اگرچہ بدامنی کے واقعات دنیا کے دیگر ممالک میں بھی آئے دن وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں لیکن ان سے قطع نظر کراچی کے واقعات کے سلسلے میں بین الاقوامی میڈیا کا رویہ نہایت شرانگیزی پر مبنی ہے چنانچہ ایسے منفی پروپیگنڈے اور فتنہ انگیز تبصرے کئے جارہے ہیں جن میں پاکستان کی داخلی صورتحال کو

انتہائی ہولناک اور کشیدہ قرار دیا جارہا ہے۔ جبکہ پاکستانیوں کو وحشت و بربریت، قتل و غارت کا دلدادہ اور تہذیب و تمدن، امن و چین کا دشمن ظاہر کیا جارہا ہے۔ اگر اس پر غور کیا جائے تو اس کی تہہ میں ایک گہری سازش کارفرما نظر آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ پاکستان میں جو دوسرے ممالک کے سرمایہ کار دلچسپی لے رہے ہیں ان کے سامنے پاکستان کی ایسی بھیانک تصویر پیش کی جائے کہ وہ خود بخود سرمایہ کاری سے باز آجائیں اور پاکستان تعمیر و ترقی کی شاہراہ پر گامزن نہ ہوسکے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ بعض ایسے اخبارات و جرائد جو پاکستان میں شائع ہو رہے ہیں وہ بھی ایسی پالیسی کو اپناتے ہوتے ہیں جو نہایت تشویشناک ہے۔

لہٰذا داخلی و خارجی سطح پر اس منفی پروپیگنڈے کے تدارک کے لئے ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات و رسائل کو مل جل کر کام کرنا چاہیئے تاکہ اس کے برے اثرات سے قوم کو بچایا جاسکے۔ نیز قوم کو مایوسی کی دلدل سے نکال کر انہیں باہمی یگانگت، اتفاق و اتحاد اور پیار و محبت کا درس دینا چاہیئے۔

یہ اولین فریضہ ہے کہ وہ ان ذرائع ابلاغ کی حوصلہ شکنی کریں جو فرقہ واریت لسانیت، اختلافات، مایوسی، بے چینی اور بدامنی کی افواہیں پھیلا کر ملک دشمنی کا ثبوت دے رہے ہیں۔

وفات حسرت آیات سید بہادر شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ

تحریک پاکستان کے نامور مجاہد اور جمعیت سادات کے بانی رکن حضرت سید بہادر شاہ صاحب ۲۰ اپریل ۱۹۹۵ء بروز جمعرات انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون)

مرحوم انتہائی خوش اخلاق' مخلص 'متواضع' منکسرالمزاج اور مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے۔ تحریک آزادی میں آپ کی عظیم الشان قربانیاں ملک و ملت کے لئے فخر کا باعث ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے جیل کی صعوبتیں بھی نہایت پامردی سے برداشت کیں۔

جمعیت سادات کو منظم کرنے میں بھی آپ نے ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ آپ کی وفات سے جمعیت سادات ایک ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہو چکی ہے۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ سید موصوف کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے

ادارہ "الحسن" ان کے اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

نعت شریف

میں ذرّہ ہوں اور ذرّہ کب کوہ کی رفعت جانے ہے
میں قطرہ ہوں اور قطرہ کیا بحر کی عظمت جانے ہے

اک مدت سے ہے جو دل میں شوقِ نہایت جانے ہے
میری تڑپ دیکھی ہے خدا نے، میری بابت جانے ہے

جس جانب بھی جاؤں مجھ پر انگلیاں اٹھ اٹھ جاتی ہیں
میں عاصی ہوں اور ہر عاصی جسد شفاعت جانے ہے

نیلی دکاں سے سبز مکاں تک ایک سفر کی حسرت ہے
وہ دانا ہے وہ بینا ہے، میری نیت جانے ہے

دیدہ و دل میں دیدہ و دل کی صورت نقش ہے ایک حجر
میرا دل ہی میرے لبوں میں لمس کی حسرت جانے ہے

جنت ایک تصوّرِ خوشبو، رنگ، لطافت، عشرتِ دل
اور مرا دل کوئے رسول کی خاک کو جنت جانے ہے

پروفیسر خاطر غزنوی
سابق چیئرمین شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی

گذشتہ سے پیوستہ

تعظیم و توقیر

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم اے پی ایچ ڈی

جب دل میں کسی کی محبت و عظمت گھر کر جاتی ہے تو اس محبوب کے حضور ادب کے لئے ابھارتی ہے ____ محبت خود بخود ادب سکھاتی ہے ____ وہ محبوب کی خامیاں تلاش نہیں کرتی ____ یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے ____ وہ محبوب کی ہر ادا پہ جان فدا کرتی ہے ____ خامیاں اور برائیاں تلاش کرنا تو دور کی بات ہے وہ محبوب کی برائی سننا بھی پسند نہیں کرتی، برائی کرنے والوں سے منہ پھیر لیتی ہے ____ پھر کبھی پلٹ کر نہیں دیکھتی ____ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنایا ____ ہمارے لئے نمونہ بنایا (۴۸) ____ محبت کرنے اور محبت کی باتیں کرنے کا حکم دیا ____ ذہنی پراگندگی اور پریشان خیالی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ____ اللہ اکبر! عاشق کو آداب محبت سکھا کر جینے کا سلیقہ بتا دیا ____

○

(۱) ____ نام نامی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ادب سکھایا ____ خبردار نام لے لے کر اس طرح نہ پکارو اور نہ بلاؤ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے اور بلاتے ہو (۴۹) ____ اور خود بھی قرآن کریم میں نام لے کر خطاب نہ فرمایا جس طرح اور نبیوں کے نام لے کر خطاب فرمایا ہے (۵۰)

____

(۲) ____ آپ کے خرام ناز اور چال کا یہ ادب بتایا کہ نہ بڑھ بڑھ کر باتیں کرو ور نہ چلتے چلتے آگے نکلو (۵۱) ____

(۳) ____ دولت کدے میں حاضری کا یہ ادب سکھایا کہ گھر کے باہر سے ہرگز آپ کو آواز نہ

دو انتظار کرو کہ آپ خود باہر تشریف لے آئیں (۵۲)

(۴) ازواج مطہرات کا یہ ادب بتایا کہ کبھی کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو (۵۳)

(۵) دولت کدے پر حاضری کا ادب یہ بتایا کہ بغیر بلائے نہ جاؤ جب کبھی کھانے پر بلائیں تو وقت پر جاؤ یہ نہیں کہ پہلے سے چلے جاؤ اور کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہو (۵۴)

(۶) اور دعوت کا ادب یہ سکھایا کہ جب کھانا کھا چکو تو خواہ مخواہ بیٹھے باتیں نہ کرتے رہو کہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے واپس چلے آؤ (۵۵)

(۷) خلوت کدے میں کوئی خاص بات کرنے کا ادب یہ بتایا کہ اگر تنہائی میں بات کرنے کا ارادہ ہو تو پہلے اللہ کی راہ میں کچھ صدقہ دو (کہ تم ایک بڑے دربار میں حاضر ہو رہے ہو) پھر حاضر ہو کر سرگوشی میں بات کر سکتے ہو (۵۶)

(۸) محفل کا ادب یہ سکھایا کہ جب سرکار دو عالم گفتگو فرما رہے ہوں تو خوب کان لگا کر سنو کہ (۵۷) دوبارہ متوجہ کرنے کی نوبت ہی نہ آئے کہ یہ بات بھی ادب کے خلاف ہے اگر متوجہ کرنا ہو تو انظرنا کہو یعنی ہم پر دوبارہ نظر کرم فرمائیے (۵۸)

(۹) بات کرنے کا ادب یہ سکھایا کہ جب آپ سے باتیں کرو تو خبردار آپ کی آواز سے اونچی آواز نہ کرنا اور نہ تڑخ کر بولنا ایسا نہ ہو کہ اس بے ادبی کی وجہ سے تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر تک نہ ہو (۵۹)

(۱۰) مجلس مشاورت کا ادب یہ بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسئلے پر گفتگو کے لئے بلائیں اور سب جمع ہوں تو خبردار! بغیر آپ کی اجازت کے کوئی اٹھ کر نہ جائے (۶۰) اگر کوئی اجازت لینا چاہے جس کو چاہیں آپ اجازت دیں (۶۱) اور جس کو چاہیں اجازت نہ دیں

(۱۱) یہ محفل بڑی عالی محفل ہے جو لوگ آڑ لے کر چپکے سے چلے جاتے ہیں اللہ ان کو دیکھتا ہے، خبردار ایسا نہ کرو کہیں تم کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور تم پر دردناک عذاب نہ

آن پڑے (۶۲) ____ اللہ اکبر یہ وہ بار گاہ ادب ہے جہاں آواز اونچی کرنے پر اعمال ضائع ہو رہے ہیں (۶۳) ____ جہاں محفل سے بلا اجازت چلے جانے پر دردناک عذاب کی وعید سنائی جا رہی ہے ____ بیشک

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

(۱۲) ____ آپ کے فیصلے کا یہ ادب کہ جو فیصلہ فرمادیں، دل سے تسلیم کیا جائے ذرہ برابر دل میں غبار نہ رکھا جائے (۶۴) ____

(۱۳) ____ وہ فیصلہ فرمادیں تو کسی کو کوئی اختیار نہیں (۶۵) ____ وہ بے اختیار نہیں ان کے سامنے ہم بے اختیار ہیں

(۱۴) ____ آپ کے حکم کا یہ ادب کہ جب بلائیں فوراً حاضر ہو جاؤ (۶۶) خواہ نماز ہی میں کیوں نہ ہو ____

(۱۵) ____ حکم کی تعمیل میں ذرا سی سستی پر تین صحابہ کرام کی وہ گرفت ہوئی کہ ان کی جان پر بن گئی زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو گئی (۶۷) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بولنا کیا بند کیا سب نے بولنا بند کر دیا ع

تو کیا بدل گیا کہ زمانہ بدل گیا!

چالیس (۴۰) دن اسی کرب و اضطراب میں گزر گئے پھر وحی نازل ہوئی توبہ قبول ہوئی جان میں جان آئی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گلے لگایا سب نے گلے لگایا سب بولنے لگے ____

(۱۶) ____ ازواج مطہرات کا یہ ادب کہ ان کو مومنین کی مائیں قرار دیا (۶۸) اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ادب کہ آپ کو باپ کہنے سے منع کر دیا گیا (۶۹) کہ آپ اللہ کے محبوب اور رسول ہیں ____ آپ کی شان بہت عالی ہے ____ بھائی تو بھائی، آپ کو باپ کہنا بھی گستاخی

ہے ــــــ

(۱۷) ــــــ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ادب کہ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد ازواج مطہرات کو مومنین پر حرام کر دیا (۷۰) اور فرمایا کہ ان سے کسی کا نکاح کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑی جرات ہے (۷۱) ــــــ وہ زندہ ہیں وہ پائندہ ہیں

(۱۸) ــــــ اللہ کے حضور گناہوں کی معافی مانگنے اور توبہ کرنے کا یہ سلیقہ بتایا کہ جب گناہ ہو جائے تو سیدھے ہمارے پاس نہ آؤ ہمارے محبوب کریم کے پاس جاؤ پھر اللہ تعالی سے معافی مانگو، توبہ کرو اور آپ بھی اس کی سفارش فرمائیں تو ضرور اللہ تعالی کو توبہ قبول کرنے والے اور مہربان پائیں گے (۷۲)

(۱۹) ــــــ اللہ تعالی نے آپ کے وسیلے سے آپ کی امت کے اگلے پچھلے گناہوں کی بخشش کا وعدہ فرمایا (۷۳) اور دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی ــــــ بیشک آپ رحمت عالم ہیں (۷۴) ــــــ آپ کے ہوتے امت پر عذاب ہو ہی نہیں سکتا (۷۵) ــــــ

(۲۰) ــــــ اللہ تعالی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ذرا سی بھی ایذا رسانی گوارہ نہیں ــــــ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ اس طرح نہ ستانا جس طرح حضرت موسی علیہ السلام کو ان کے ماننے والوں نے ستایا تھا (۷۶) ــــــ پھر فرمایا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قول و عمل سے ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور آخرت میں ذلت کا عذاب (۷۷) ــــــ اور دردناک عذاب (۷۸) جب ادنیٰ سی ایذا رسانی پر یہ وعیدیں ہیں تو آپ کی شان میں زبان درازیوں اور گستاخیوں کا کتنا بڑا عذاب ہو گا؟ ــــــ

ایک منافق امام بدنیتی سے حضور انور صلی اللہ علیہ کی شان گھٹانے کے لئے نماز میں ہمیشہ سورہ عبس پڑھا کرتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابی کو بھیج کر اس منافق امام کا سر قلم کرا دیا (۷۹) حالاں کہ وہ قرآن ہی پڑھا کرتا تھا مگر نیت میں کھوٹ تھا گردن زدنی قرار دیا گیا ــــــ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنی سی گستاخی اور بدنیتی برداشت

نہیں کر سکتے تھے یہ اس سچی محبت کا تقاضا تھا جس سے ان کے سینے روشن تھے

○

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسی محبت کرتے تھے اور آپ کا جیسا ادب اور تعظیم کرتے تھے اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ____ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ادب و تعظیم کے جو ایمان افروز مناظر دیکھے ان کی بیان کرتے ہوتے وہ فرماتے ہیں

قسم خدا کی بادشاہ کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں ____ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں (۸۰) ____

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ مناظر اس وقت دیکھے جب وہ مشرف باسلام نہ ہوتے تھے ____ وہ فرماتے ہیں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)

○ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی لپکنے کے لئے آپس میں جھپٹتے تھے

○ آپ کی بارگاہ میں اونچی آواز سے نہ بولتے تھے

○ چہرہ مبارک کو آنکھ بھر کے نہیں دیکھتے سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے (۸۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ادب و تعظیم کے واقعات کیا بیان کئے جائیں وہ سراپا محبت تھے وہ سراپا ادب تھے ____ چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں

(۱) ____ ایک مرتبہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی ایک لگن میں لئے باہر آئے تو صحابہ جھپٹ پڑے جس کو پانی کا ایک قطرہ نہ ملا اس نے دوسرے صحابی کے ہاتھ کی تری کو چھو کر اپنے چہرے پر مل لیا (۸۲)

(۲) ____ ایک صحابی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال اتار رہے تھے اردگرد گھیرا ڈالے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کھڑے تھے، زمین پر گرنے سے پہلے بالوں کو اپنے ہاتھ پر

لے لیتے (۸۳) ____ اور بطور تبرک محفوظ کر لیتے

آج پوری دنیا میں یہ تبرکات محفوظ ہیں

(۳) ____ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میرے پاس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے (۸۴)

(۴) ____ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لکڑی کے پیالے کو جان سے لگا کر رکھا تھا (۸۵) ____ جس کو ایک جاں نثار نے آٹھ لاکھ درہم میں خریدا

(۵) ____ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی وصیت کے مطابق کفن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا پہنایا گیا آپ کی چادر میں لپیٹا گیا آپ کا تہبند باندھا گیا ____ گلے، منہ اور ان اعضا پر جو سجدہ کے وقت زمین پر لگتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک، اور تراشہ ناخن اقدس رکھے گئے (۸۶) ____

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہوں یا نہ ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی تعظیم و توقیر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دلوں میں بسے ہوئے تھے ____ اور یہ ادب ان کو آپ ہی نے تعلیم فرمایا ____

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو سامنے نہ تھوکے" (۸۷) ____ کیوں نہ تھوکے؟ کہ اس طرف بیت اللہ ہے ____ بیت اللہ سامنے ہو یا نہ ہو، اس کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان پر لازم ہے ____ ایک صحابی نے نماز پڑھاتے وقت قبلہ کی طرف تھوک دیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوکتے ہوئے دیکھ لیا فرمایا آئندہ یہ شخص لوگوں کو نماز نہ پڑھائے (۸۸) ____ اور پھر اس نے کبھی نماز نہ پڑھائی ____ حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شاید سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ____ "تو نے اللہ و رسول کو اذیت دی اور ان کو ستایا" (۸۹) ____ اپنے کسی قول و عمل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دیں ____ آپ کی تعظیم و توقیر مقصود حیات ہے مطلوب پروردگار ہے

____ جس کا دل آپ کی محبت اور ادب و تعظیم سے خالی ہے وہ ایمان سے محروم ہے یہی قرآن کا فیصلہ ہے ____ اپنے ایمان کی حفاظت کریں ____ یہ ایک گوہر بے بہا ہے ____ تنہا نہ رہیں سچوں کے ساتھ رہیں (۹۰) ____ سچے وہ ہیں جن کی صحبت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والفت اور ادب و تعظیم پیدا ہو ____ جن کی صحبت میں آپ کے سینے محبت رسول علیہ التحیۃ والتسلیم سے خالی ہونے لگیں اور آپ بے ادب و گستاخ بنتے لگیں ان سے اس طرح بچیں جس طرح انسان درندوں سے بچتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوشیار رہیں ____ درندوں سے تو صرف جان کا خوف ہوتا ہے اور ایسے انسانوں سے ایمان کا خوف رہتا ہے ____ ایمان ہی سب سے قیمتی متاع ہے ____ یہ لٹ گئی تو سب کچھ لٹ گیا ____

مولی تعالی ہمارے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت کا نقش جمائے ____ آپ کے حضور باادب رکھے، پریشاں خیالیوں اور لب کشائیوں سے محفوظ رکھے آمین!

____ بلاشبہ بامراد ہوا جس نے اس در پر سر جھکایا ____ کامیاب ہوا جس نے ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا ____ سرفراز ہوا جو آپ کے نقش قدم چلتا رہا۔

حواشی

(۱) سورہ نحل: ۸۹ (۲) سوہ یوسف: ۱۱۱ (۳) سورہ توبہ: ۲۴ (۴) سورہ اعراف: ۱۱، سورہ بقرہ: ۳۴ (۵) سورہ یوسف: ۱۰۰ (۶) سورہ اعراف: ۱۱ - ۱۲ (۷) سورہ ابراہیم: ۱۰، انبیاء ۳۰ مومنون: ۲۴ - ۳۳، شعراء: ۱۸۶، یس: ۱۵، ہود۔۲۷ (۸) سورہ مآئدۃ۔۱۲ (۹) سورہ فتح: ۹ (۱۰) سورہ اعراف۔۱۵۷ (۱۱) ایضاً: ۱۵۷ (۱۲) سورہ آل عمران۔ ۱۳۲، سورہ نسآء۔۱۴ (۱۳) سورہ نساء: ۸۰، آل عمران: ۳۲، ۱۳۲ (۱۴) سورہ آل عمران۔۳۱ (۱۵) سورہ حج: ۳۰، ۳۲ (۱۶) سورہ آل عمران: ۸۱ (۱۷) سورہ بقرہ: ۱۲۹ (۱۸) سورہ صف: ۶ (۱۹) سورہ قدر: ۳ (۲۰) سورہ مآئدہ: ۱۵ (۲۱)

مسلم شریف، باب فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ترمذی شریف کتاب التفسیر (۲۲) سورہ بلد : ۴
(۲۳) سورہ حجر: ۷۲ (۲۴) سورہ بلد۔ ۱ - ۳ (۲۵) سورہ قلم : ۴ (۲۶) سورہ توبہ : ۱۲۸ (۲۷) سورہ تکویر
: ۲۴، سورہ نسآء : ۱۱۳ (۲۸) سورہ انبیآء : ۱۰۷ (۲۹) سورہ سبا : ۲۸ (۳۰) سورہ احزاب۔ ۴۰ (۳۱)
سورہ ابراہیم۔ ۴۰ (۳۲) سورہ ق۔ ۱۶ (۳۳) سورہ احزاب۔ ۶ (۳۴) بخاری شریف، کتاب الاستقراض، مسلم
شریف، کتاب الجمعہ (۳۵) سورہ احزاب۔ ۴۵، سورہ فتح۔ ۸، سورہ مزمل۔ ۱۵ (۳۶) سورہ نحل۔ ۸۹، سورہ
یوسف۔ ۱۱۱ (۳۷) سورہ قدر۔ ۳ (۳۸) سورہ بنی اسرئیل۔ ۹۷ (۳۹) سورہ بقرہ۔ ۲۴۸ (۴۰) ایضاً، ۲۴۸
(۴۱) سورہ بقرہ۔ ۱۲۵، سورہ ال عمران۔ ۹۷ (۴۲) سورہ بقرہ۔ ۱۵۸ (۴۳) جامع الرضوی، جلد ۲، ص ۳۱۲
بحوالہ بخاری شریف (۴۴) سورہ بقرہ۔ ۱۲۷، جامع الرضوی، جلد ۲، صفحہ ۳۰۹ (۴۵) سورہ سبا۔ ۱۲ -
۱۳، سورہ اسراء۔ ۱، جامع الرضوی۔ جلد ۲، صفحہ ۳۱۰ (۴۶) جامع الرضوی جلد ۲، صفحہ ۳۱۰ بحوالہ
بخاری شریف، سورہ توبہ۔ ۱۰۸ - ۱۰۹ (۴۷) سورہ حج۔ ۳۲، سورہ بقرہ۔ ۱۵۸ (۴۸) سورہ احزاب۔ ۲۱
(۴۹) سورہ نور۔ ۲۷ (۵۰) سورہ مآئدہ۔ ۱، ۲۷، انفال۔ ۶۴، ہود۔ ۴۸، بقرہ۔ ۳۵، قصص۔ ۳۰،
صفت۔ ۱۰۴، ۱۰۵ (۵۱) سورہ حجرات۔ ۱ (۵۲) سورہ حجرات۔ ۴ - ۵ (۵۳) سورہ احزاب۔ ۵۳ (۵۴) سورہ
احزاب۔ ۵۳ (۵۵) سورہ احزاب۔ ۵۳ (۵۶) سورہ مجادلہ۔ ۱۲، ۱۳، ۵۸ (۵۷) سورہ بقرہ۔ ۱۰۴ (۵۸)
سورہ بقرہ۔ ۱۰۴ (۵۹) سورہ حجرات۔ ۲ - ۳ (۶۰) سورہ نور۔ ۶۲ (۶۱) سورہ نور۔ ۶۲ (۶۲) سورہ نور۔ ۶۳
(۶۳) سورہ حجرات۔ ۲ (۶۴) سورہ نسآء۔ ۱۶۵ (۶۵) سورہ احزاب۔ ۳۶ (۶۶) سورہ انفال۔ ۲۴ (۶۷) سورہ
توبہ۔ ۱۱۷ (۶۸) سورہ احزاب۔ ۶ (۶۹) سورہ احزاب۔ ۴۰ (۷۰) سورہ احزاب۔ ۵۳ (۷۱) ایضاً : ۵۳ (۷۲)
سورہ نسآء۔ ۶۴ (۷۳) سورہ فتح۔ ۲ (۷۴) سورہ انبیاء۔ ۱۰۷ (۷۵) سورہ انفال۔ ۳۳ (۷۶) سورہ
احزاب۔ ۶۹، ۵۳ (۷۷) سورہ احزاب۔ ۵۷ (۷۸) سورہ توبہ۔ ۶۱ (۷۹) تفسیر روح البیان، جلد ۱۰، ص ۳۳۱
(۸۰) بخاری شریف، جلد ۱، ص ۳۷۹ (۸۱) ایضاً، ص ۳۷۹ (۸۲) بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوۃ
شریف ص ۴۳۷ (۸۳) مسلم شریف، جلد ۲ ص ۲۵۶ (۸۴) بخاری شریف، جلد ۱ ص ۲۹ (۸۵) بخاری
شریف، جلد ۲، ص ۸۴۲ (۸۶) مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف، جلد ۵، ص ۶۳۸ (۸۷) مشکوۃ شریف، ص
۶۹ (۸۸) ایضاً، ص ۷۱ (۸۹) ایضاً، ص ۷۱ (۹۰) سورہ توبہ۔ ۱۱۹

غوث خراساں حضرت پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ

از نیک محمد نادری ترمذی

صوفیائے کرام کی زندگیوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ گوشہ نشینی اور عزلت گزینی میں رہنے والے ان بزرگوں نے کتنے ایوانوں میں زلزلے برپا کئے۔ حق کے ان غیور فقیروں نے کتنے بادشاہوں کے چہروں پر شکنیں ابھاریں۔ یہ لوگ پا پیادہ سکندرانہ جلال اور قلندرانہ ادائیں لے کر کہاں کہاں پہنچے۔ اور "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کا فریضہ سرانجام دیا۔ سینکڑوں ایسے واقعات ہیں۔ جہاں حق کے ان جانباز اور سرفروش بزرگوں نے گردن جھکانے پر کٹوانے کو ترجیح دی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہ صرف "جہاد زندگانی" کی اصل رمز سے آگاہ تھے بلکہ ان کی زندگی سراسر جہاد سے عبارت تھی۔ جہاں انہوں نے عوام الناس میں تبلیغ و نصیحت کی وہاں بڑے بڑے ایوانوں میں بھی آواز حق بلند کیا۔ انہوں نے نہ صرف بگڑے نوابوں، بدمست جاگیرداروں، نخوت و کبر میں چور رئیسوں کو برسرعام للکارا۔ بلکہ ان کی تنقید کا ہدف وہ علما۔ بھی بنے۔ جو اپنے عالی منصب سے فروتر بادشاہوں کا کاسہ لیسی اور جاگیرداروں کی خوشامد کو اپنا دین سمجھتے تھے۔

صوفیائے کرام نے تبلیغ حق اور نصح خیر کا فریضہ بڑی بے باکی، جوانمردی سے سرانجام دیا۔ اور حق گوئی و بے باکی کی ایک نئی تاریخ رقم کردی۔ نیز من کی دنیا سے اندھیرے دور کرنے اور اسے نجاست و آلائش سے پاک کرنے کا بھی بھرپور اہتمام کیا۔

صحبت مرداں اگر یک ساعت است
بہتر از صد چلہ و صد طاعت است

ان ہی بزرگان دین میں ایک بڑا نام شیخ سید علی ترمذی المعروف حضرت پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ جنہوں نے برصغیر کے اس انتہائی شمال مغربی حصے میں اٹھنے والی مخرب اخلاق تحریکوں اور رسومات و بدعات کا قلع قمع کیا۔ آپ کو جہاں کوئی خلاف شرع کام نظر آیا۔ فوراً ٹوکا۔ جہاں قرآن و سنت سے تجاوز کا رجحان دیکھا سد راہ بن گئے۔ جہاں کوئی بات دین اسلام کے منافی سامنے آئی۔ اس کے

استحصال کی بھر پور کوشش کی۔

آپ کا اسم مبارک سید علی ترمذی ہے۔ مگر آپ غواص بحر حقیقت، غوث خراساں اور حضرت پیر بابا رضی اللہ عنہ کے القاب سے مشہور ہیں۔ ترمذ کے رہنے والے تھے۔ آپ کی پیدائش قندس میں ہوئی۔ آپ کے والد کا اسم گرامی سید قنبر علی تھا۔ آپ کے جد بزرگوار قندس سے آکر ترمذ میں آباد ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب اکتیس (۳۱) واسطوں حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

آپ کا سلسلہ مبارکہ پدری تھا۔ اس لئے مخلوقات خدا، عوام اور خواص میں آپ کی بہت عزت و توقیر تھی۔

تعلیم و تربیت:۔ حضرت پیر بابا صاحب کی ابتدائی تعلیم اپنے دادا حضرت سید نور احمد صاحب کے زیر سایہ ہوئی۔ حضرت امام المسلمین سید نور احمد صاحب سجادہ سلسلہ عالیہ قادریہ و کبرویہ متبع سنت تھے۔ آپ "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کے کرنے میں کمال انہماک رکھتے تھے۔ آپ دنیا کی طرف کوئی التفات نہ رکھتے۔ آپ کا سارا وقت عبادت و زہد میں گزرتا۔ حضرت پیر بابا صاحب ابتدائی عمر میں مجذوب الحال تھے۔ سادگی اور سوچ و بچار کی بنا پر سب گھر والے آپ کو دیوانہ کہتے تھے۔ لیکن ان کے دادا جان کو ان کی یہی ادا پسند تھی۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے۔ "ایں دیوانہ را اختیار کردم" "یہی دیوانہ تو مجھے پسند ہے" آپ نے علم ظاہری اپنے دادا سے حاصل کی۔ ایام طفولیت ہی میں شرح ملا جامی تک کتابیں پڑھیں۔ آپ کا ماحول چونکہ پاکیزہ اور زہد و عبادت کا ماحول تھا۔ اس لئے آپ زہد و ریاضت اور اذکار طریقت میں بھی کوشاں رہتے۔ جس وقت آپ کے دادا جان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ کے دادا سید نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس بلایا اور قرآن پڑھنے کا ارشاد کیا۔ حضرت پیر بابا صاحب نے تین مرتبہ سورۃ الملک (تبارک الذی) کی تلاوت کی۔ اس کے بعد حضرت سید نور احمد صاحب نے آپ سے فرمایا۔ "اے فرزند! برکتے و نعمتے کہ مرا بود، بعضی آنرا از آباؤ اجداد نسباً یافتہ بودم، بعضی آں را از سلسلہ شریفہ کبرویہ اذناً، ہمہ را بتو بخشیدم"

یعنی "کہ اے میرے بیٹے مجھے جو نعمتیں و برکتیں اپنے آباؤ اجداد سے از روئے نسب حاصل تھی یا بسلسلہ کبرویہ میں بطور اجازت حاصل تھی وہ تمام میں نے تم کو بخش دیں"۔ گویا اس طرح سلسلہ شریفہ قادریہ و کبرویہ میں دادا کی طرف سے آپ کو اجازت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد آپ کے دادا حضرت امام المسلمین سید نور احمد رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔

سلاطین کے ساتھ تعلق:۔ مغل سلطنت کے بانی بابر ان تمام حکمرانوں میں قابل قدر شخصیت تھے جنہوں نے ہندوستان کے تخت کو زیب و زینت بخشی۔ ۹۳۷ھ میں جب بابر کی وفات ہوئی۔ تو ۹۳۷ھ ۱۲ جمادی الاول میں بمقام آگرہ اس کا بیٹا ہمایوں تخت نشین ہوا۔ (ہمایوں اپنے بھائیوں کے عدم تعاون کی وجہ سے دس سالہ حکمرانی کے بعد شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد صحرا نوردی کرتا ہوا ایران پہنچا۔ اور شاہ ایران کی مدد سے قندھار کو فتح کر کے پھر کابل پہنچا۔ اس کے بعد ہمایوں نے پنجاب سے ہوتے ہوئے دہلی پر بھی قبضہ کر کے مغلوں کو دوبارہ ہندوستان کی حکومت دلا دی)۔ ۹۴۲ھ میں جب ہمایوں کابل واپس آیا تو پیر بابا صاحب کے والد کو اپنے ساتھ بطور تبرک لے گیا۔

آپ کے والد نے آپ کو دربار میں لے جانا چاہا۔ آپ دربار میں ایک دو مرتبہ گئے بھی لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی ذات مقدس سے دین کا کام لینا تھا۔ آپ کو مخلوق کے لئے ہدایت و بھلائی کا سبب اور ذریعہ بنانا تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ "اماں چوں رب جلیل در شان من آں خواستہ کہ از دنیا و اہل آں مجتنب سازد" یعنی اللہ تعالیٰ میرے لئے چاہتے تھے۔ کہ مجھے دنیا اور اہل دنیا سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقدر میں لکھ دیا تھا کہ آپ کو دنیا اور اہل دنیا سے الگ رکھے۔ اس لئے آپ کے دل میں شاہی دربار سے اتنی نفرت پیدا ہوئی کہ ایک مرتبہ آپ نے مجلس سے واپس آتے ہی تمام پہناوؤں (خلعتوں) کو اتار پھینکا۔ اور اپنے اکابرین سلف کے شعار کو اپنایا۔ اور علم کی تکمیل کرنا شروع کر دیا۔ تکمیل علوم کے بعد آپ پانی پت روانہ ہوئے۔

تکمیل علم اور فیض باطنی:-

پانی پت میں آپ حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی (بو علی قلندر) کے مزار پر انوار پر حاضر ہوتے۔ شغل باطنی تو آپ کو اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا تھا۔ شیخ شرف الدین (بو علی قلندر) نے آپ کو فیض باطنی سے نوازا۔

اس تاثیر قلبی کی کیفیت سے آپ کی حالت غیر ہو گئی۔ آپ پانی پت سے نکل کر ایک نامعلوم گاؤں میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ آپ بغیر اطلاع کے گھر سے نکلے تھے۔ لہٰذا بہت تلاش کے بعد کچھ لوگوں نے آپ کو دریافت کر کے آپ کے والد کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ کے والد نے آپ کو بہت نصیحت کی۔ لیکن آپ پر کوئی اثر نہ ہوا اور والد سے اجازت لے کر اس بار بالکل گھر چھوڑ دیا۔ اور مانک پور تشریف لے گئے۔ "اور وہاں حضرت امام المسلمین، وارث علوم انبیاء، حضرت شیخ سیلونہ رحمتہ اللہ علیہ جیسے عالم اور صاحب طریقت کے حلقہ درس میں شامل ہوئے"۔ آپ سے بہت ہی کم عرصہ میں علم فقہ حنفی اور دیگر علوم کی تکمیل کر لی۔

اس طرح حضرت پیر بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دو بزرگوں سے تکمیل علوم فرمائی۔ ایک اپنے دادا سید نور احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت شیخ سیلونہ رحمتہ اللہ علیہ سے۔

بیعت:- تکمیل علوم ظاہری کے بعد آپ علم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے حضرت شیخ سیلونہ رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی۔ مگر حضرت سیلونہ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اجمیر شریف میں حضرت شیخ سالار رومی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ جب آپ حضرت سالار رومی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ نے حضرت پیر بابا صاحب سے حسب و نسب اور دیگر کوائف دریافت کئے اور آپ کو فرمایا کہ "اے سید باید دانست کہ سادات حسنی و حسینی مخدومی شاید نہ خادمی راہ، اما طریق ایں کار و صیقل بزنگار خادمی است نہ مخدومی و حصول طریقہ وصول بے کیف جز بطول صحبت مرشد کامل متشرع بحصول نہ پیوند"۔

"یعنی اے سید! اگرچہ اہل بیت کرام جو حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی اولاد امجاد سے ہیں خدمت کرنے کے لئے نہیں ہوتے لیکن سلسلہ بیعت کا اصول خدمت پر جاری ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی معرفت تشرع مرشد کامل کی طویل صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی"۔

حضرت پیر بابا صاحب نے عرصہ دراز تک نہایت ہی اخلاص و محبت سے اپنے پیر و مرشد کی صحبت بابرکت کو حاصل کیا۔ آپ اپنے شیخ سے سبق طریقت لیتے اور کئی ہفتے خلوت میں اس پر غور و فکر فرماتے۔ اور بعد میں اپنے حالات سے شیخ کو آگاہ فرماتے۔ ایک عرصہ آپ نے اپنے شیخ کی خدمت میں گزارا۔ اس کے بعد حضرت شیخ سالار رومی نے حضرت پیر بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ہر چہار سلاسل سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ اور ناجیہ حلاجیہ میں خلافت عطا کر کے ماذون فرمایا۔ خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ کے شیخ نے آپ کو کوہستانی علاقے میں سلسلہ چشتیہ کی اشاعت اور لوگوں کی اصلاح کا حکم فرمایا۔ حضرت پیر بابا صاحب اجمیر شریف سے براستہ کشمیر ضلع گجرات کے ایک گاؤں پنڈ داؤد خان میں پہنچے۔ تو ایک شخص مسمی کیلوش نے آپ کو دیکھتے ہی پورے گاؤں کو خبر کر دی۔ کہ جس بزرگ کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ وہ یہی بزرگ ہیں۔ اس کے بیان کردہ خواب کے مطابق لوگوں نے آپ کا وہی حلیہ مبارک پایا۔ اس کے بعد لوگ آپ کے معتقد ہو گئے۔ لوگوں کے کافی اصرار پر آپ اس علاقہ میں چند سال تک سلسلہ چشتیہ کی اشاعت میں مصروف رہے۔ اس دوران بہت سے لوگ آپ کے ہاتھ بابرکات پر بیعت ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد جب آپ دوبارہ اجمیر شریف روانہ ہوئے تو راستے میں ایک مرتبہ پھر آپ کی ملاقات والد گرامی سے ہوئی جب آپ کے والد نے آپ کو ایک عرصہ کے بعد اس کیفیت میں دیکھا۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کو شاباش دی کہ تم نے اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ اختیار فرمایا ہے اور اس بلند مرتبے پر فائز ہوئے ہو۔

اس کے بعد حضرت پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ جب اجمیر شریف پہنچے تو آپ کے پیر و مرشد دنیا سے پردہ فرما چکے تھے۔ حضرت سالار رومی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند جناب حسین صاحب (صاحب سجادہ تھے)

مراقبہ میں تھے۔ جب انہوں نے مراقبہ سے سر اٹھایا۔ تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر. بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

"اے سید علی در یں زمان و ہمہ این وہم در ین مراقبہ وہم دریں مشاہدہ حضرت پدر مشفق و پیر محقق را در یافتیم بعد از ملاقات فرمود، اے فرزند از من دو خرقہ ماندہ یکے را پارچہ ساختہ در مابین معتقدان قسمت ساز و خرقہ دوم را بپیش آئندہ ایں حال برسان کہ حق آن جانب است پس پیش آئندہ ایں حال شمار ایافتم"

یعنی اے سید! مجھے ابھی اس مراقبہ میں حضرت قبلہ گاہ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دو خرقے باقی ہیں۔ جن میں سے ایک کے ٹکڑے کر کے معتقدین میں بانٹ دو اور دوسرا جو ابھی آئے۔ اسے دے دو اور تم ابھی آئے ہو۔ لہذا تم ہی اس کے حقدار ہو۔ اور آپ کو پیر و مرشد کا وہ خرقہ پہنا دیا گیا۔ اجمیر شریف میں چند دن قیام کرنے کے بعد حضرت شیخ حسین صاحب نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ چونکہ والد گرامی نے آپ کو علاقہ کوہستان میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس لئے آپ حسب ارشاد اپنے وطن کی طرف جا کر اس سلسلہ کی اشاعت کریں۔

لہذا آپ اجمیر شریف سے براستہ پشاور قندس کی طرف روانہ ہوئے جس وقت آپ پشاور پہنچے تو یہاں پر ٹھہرے۔ "یہاں پر آپ کے دو معتقدوں (حاجی سیف اللہ خان صاحب اور ملک گدا جو گکیانی قبیلہ کے خوانین میں سے تھے) آپ کو اس علاقہ میں قیام کرنے پر آمادہ کیا"۔ یہ دو ملک آپ کو موضع دوآبہ لے گئے۔ یہاں پر آپ کے اخلاق حمیدہ اور اشاعت دین سے لوگوں کو. بہت فائدہ پہنچا اور اس علاقے میں آپ کی شہرت عام ہو گئی۔ اس علاقے میں آپ کے آنے سے قبل دو مشہور ملحد سرکش اور شریعت، مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف پیر بے پیر تھے۔ ایک کا نام پیر ولی اور دوسرے کا نام پیر طیب تھا۔ جو لوگوں کو گمراہ کر رہے تھے۔ آپ نے اس علاقے میں تبلیغ کرنا اپنے اوپر لازم سمجھا۔ آپ ان دو پیر بے پیروں سے نپٹنے کیلئے ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ لیکن وہ دونوں پیر بے پیر آپ کے

سامنے آنے کی ہمت نہ کر سکے۔ پیر طیب تو راتوں رات علاقہ ہزارہ کی طرف نکل گئے۔ اور پیر ولی نے سامنے آنے سے انکار کیا۔ اس طرح لوگوں کو ان پیران بے پیر کے باطل عقائد کے بارے میں معلوم ہو گیا۔

اس علاقے کے لوگ گمراہی اور بے راہ روی سے بچ گئے۔ حضرت پیر بابا صاحب نے اس علاقے میں تقریباً ایک برس تک تبلیغ دین کی۔

اس کے بعد آپ نے بمقام بونیر (علاقہ سوات) میں مستقل قیام اختیار فرمایا۔ یہاں پر آپ نے ایک بہت بڑی خانقاہ قائم کی۔ لنگر جاری کیا۔ درس تدریس کا انتظام فرمایا۔ بڑے بڑے علماء اور صلحاء آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوتے جن میں حضرت علامہ اجل، عالم متبحر اور اپنے وقت کے ولی۔ کامل جناب اخوند درویزہ صاحب بہت مشہور ہیں۔ یہی وہ دور تھا۔ جس میں بایزید انصاری الملقب پیر روشن المعروف پیر تاریک منظر عام پر آئے۔ فرقہ روشنیہ المعروف فرقہ تاریکیہ کے بانی بایزید انصاری ۹۳۱ھ بمطابق ۱۵۲۵ء جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد (عبداللہ) نے آپ کے پیدا ہونے کے بعد جالندھر سے سکونت ترک کر کے علاقہ کوہستان (جنوبی وزیرستان) میں رہائش اختیار کی۔

آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت پر شیخ سراج الدین انصاری سے جاملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد علماء و صلحاء کی اولاد میں سے تھے۔

صاحب "رود کوثر" شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ

"آپ کے والد خود بھی زیور علم اور اصلاح سے آراستہ تھے۔ آپ کے والد عبداللہ نے آپ کو بھی ابتدائی علوم سے بہرور کیا۔ باپ کی یہ بھی خواہش تھی کہ وہ مروجہ سلسلہ ہائے طریقت (قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ) کے کسی شیخ سے بیعت کرے۔ جبکہ بایزید اپنے ہی خیالات میں سرگردان رہتا تھا۔ حصول علم کے بعد تجارت کے سلسلے میں ہندوستان کے شہر جالندھر گئے اور وہاں ملا سلیمان ملحد کی صحبت میں رہنے لگے۔ ملا سلیمان ملحد کی صحبت سے ان کے دل میں فاسد خیالات پیدا ہوتے۔ اور وہاں سے ایک "کافر مطلق" اور "منکر دین حق" بن کر واپس ہوتے"۔

پیر تاریکی کی شہرت جب اس علاقے میں پھیلی تو لوگ دور دراز سے آکر آپ کے مرید ہونے لگے۔ جناب سرفراز خان خٹک "تاریخ خٹک" میں تحریر کرتے ہیں "پیر بایزید انصاری (پیر تاریک) اصلاً اسمٰعیلی مذہب کا ماننے والا تھا۔ بنگشوں، آفریدیوں اور طوریوں میں اب جو لوگ اہل تشیع عقائد رکھتے ہیں۔ وہ پہلے پیر تاریک کے مرید تھے۔ لیکن بعد میں شیعہ مبلغین کی کوششوں سے اثناء عشری عقائد اختیار کر گئے"۔

جناب سید عبدالجبار شاہ صاحب بایزید کے عقائد باطلہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"یہ شخص (بایزید) عجیب پراسرار شخص تھا۔ اپنے مریدوں کے حلقہ میں بسا اوقات "نبی" ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا کرتا تھا۔ اور کم مایہ اور کم پایہ علماء سے اس چالاکی سے بحث کرتا تھا۔ کہ وہ اس سے متاثر ہو کر اسلام کے بنیادی عقائد سے بدظن ہو کر اباحتی بن جاتے تھے۔ وہ اصل میں اپنی نئی شریعت رائج کرنے کے درپے تھا۔ حلول خدائی کا قائل تھا۔ اور خود کو اوتار و نبی بھی کہتا تھا"۔

حالانکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد عالی شان مبارک ہیں کہ

"عنقریب اس امت میں تریباً تیس (۳۰) کے دجال کذاب نکلیں گے۔ ہر ایک ادعا (دعویٰ) کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)"۔

تاریخ تصوف کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جتنے بھی جلیل القدر اولیاء اللہ گزرے ہیں۔ اگرچہ وہ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ مگر عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ انہوں نے پیر کامل کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ایک ولی کامل کے سامنے زانوے ادب تہ کر کے مقامات جلیلہ تک پہنچے۔ اس ضمن میں تمام تذکرہ نگار اور تاریخ دان اس بات پر متفق ہیں۔ کہ بایزید کسی پیر کامل کا بیعت (مرید) نہ ہوا تھا۔ اور نہ ہی کسی سلسلہ شریفہ میں داخل ہو کر اوراد و اعمال مکمل کر کے اپنے شیخ کی طرف سے سند ارشاد لے کر صاحب سجادہ بنا تھا۔

بایزید کی بے راہ روی و ملحدانہ عقائد اور باطل نظریات جب حد سے بڑھ گئے تو حضرت پیر بابا نے

ان (پیر تاریک) کی تحریک تاریک کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ آپ نے بایزید کے ساتھ مناظرہ کر کے اسے شکست سے دوچار کیا۔

اور اس کی جعلی اور خود ساختہ پیری کو طشت ازبام کیا۔ بایزید اس علاقے سے نکل کر (تیراہ) چلے گئے۔ اور وہیں مر گئے۔ اور تاریخ نے قرآن حکیم کی اس آیۂ کریمہ پر مہر تصدیق ثبت فرمائی کہ

وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ (بنی اسرائیل ۱۷: ۱۸)

ترجمہ:- "اور فرما دیجئے کہ جب حق آیا۔ تو باطل بھاگ گیا۔ بے شک باطل ہے ہی بھاگنے والا"۔

حضور قطب ربانی، غوث صمدانی، قبلۂ عالم حضرت پیر بابا صاحب نے اس علاقے میں بڑے ذوق و شوق سے اسلام کی تبلیغ واشاعت فرمائی اور اس تحریک کو نہایت استقامت اور بھرپور گرمجوشی کیساتھ کمال عروج تک پہنچایا۔

محمد شفیع صابر صاحب آپ کی دینی اور علمی خدمات کے اثرات کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ

"حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا دینی اور تبلیغی کارنامہ اس قدر مہتم بالشان ہے کہ اس کے اثرات اور ثمرات آج تک جاری و ساری ہیں۔ ان کی عزت و عظمت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گھٹنے کی بجائے، بڑھتی جارہی ہے ان کا حلقہ ارادت وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے اور ان کی شہرت زمان و مکان کے تقاضوں سے مستثنیٰ ہے آپ نے کچھ اس شان سے لوگوں کے دلوں کو ایمان کی روشنی سے منور کیا۔ اور کچھ ایسے انداز سے انہیں راسخ الاعتقادی اور خود اعتمادی سے نوازا کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی دین کی راہ پر ان کے قدم ڈگمگانے نہ پائے"۔

حضور قطب عالم، غوث العالمین، محبوب الٰہی فقیر حضرت سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی دامت برکاتہم العالیہ آپ کی خدمات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"آپ کی طبیعت مبارکہ میں اتنی سخاوت تھی کہ کوئی سائل بھی آپ کے دروازہ سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا، مسافروں کو زادراہ مہیا کرتے۔ بیماروں کی عیادت کے ساتھ مالی امداد بھی کرتے۔ آپ کا لنگر ہر وقت جاری رہتا، اور ان گنت لوگ آکر روٹی اور کپڑا حاصل کرتے۔ حلم اور عفو کو تو آپ کی ذات والا صفات پر

ناز تھا۔ آپ کی ذات مبارک ان تمام اخلاق حمیدہ سے متصف تھی۔ جو ایک کامل و مکمل انسان کے لئے زیب ہیں"۔

آپ کی تحریک کے بارے میں ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی تحریر کرتی ہیں کہ

"اخوند درویزہ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سید علی ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر اس تحریک کو اس حد تک منظم فرمایا کہ جب بھی کوئی نئے باطل عقائد کا دعویدار پیدا ہوتا۔ تو وہ لوگ آپ کو مدعو کرتے اور ایک عظیم الشان اجتماع کے سامنے آپ سے مناظرہ کراتے اگر وہ قرآن و سنت اور حضرات صوفیائے متقدین کے اعتقادات کے مطابق ہوتا۔ تو رہنے دیتے ورنہ علاقے سے نکال باہر کرتے۔ آپ نے کچھ عرصہ میں ہی وعظ، درس، تدریس اور تمام علاقے میں علمائے کرام کے ساتھ دورے کر کے مجالس وعظ و ذکر منعقد کر کے ان تمام ملحدانہ اور زندیکانہ نظریات کو یکسر ختم کر کے شریعت اسلامیہ کو اپنی اصلی روح کے ساتھ رائج کیا"۔

آج تقریباً چار سو سال گزرنے کے باوجود حضرت پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ اور اخوند درویزہ صاحب سے اہل سرحد کی عقیدت اور احترام کا سلسلہ بدستور قائم ہے۔

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین غواص بحر حقیقت، غوث خراساں۔ سید علی ترمذی المعروف حضرت پیر بابا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، اور کبرویہ کو کمال عروج پر پہنچا کر ۹۹۱ھ میں جوار رحمت میں داخل ہوئے۔

مرزا محمد اختر دہلوی لکھتے ہیں "حضرت پیر بابا صاحب (مرشد سے) تکمیل فیض باطنی کے بعد ملک یوسف زئی کی طرف رخصت ہوئے۔ وہاں ہزاروں لوگ آپ کے مرید ہوئے اور بہت سے خدا رسیدہ ہوئے۔ حضرت پیر بابا صاحب اپنے عہد کے غوث اعظم ثانی تھے"۔

ماخذ

(۱) تذکرہ علماء و مشائخ سرحد۔ از حضرت فقیر سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی"

ناشر! مکتبہ الحسن یکہ توت پشاور

(۲) حضرت شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات۔ از ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی

ناشر! مکتبہ الحسن۔ پشاور

(۳) تذکرۃ الابرار والاشرار از اخوند درویزہ رحمتہ اللہ علیہ

ناشر! ادارہ اشاعت سرحد۔ پشاور

(۴) حیات پیر باباؒ از محمد شفیع صابر

ناشر! یونیورسٹی بک ایجنسی۔ پشاور

(۵) رود کوثر از شیخ محمد اکرام

ناشر! ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور

(۶) تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی

ناشر! مکتبہ عارفین۔ کراچی

(۷) تذکرہ اولیائے پاک و ہند از مرزا محمد اختر دہلوی

ناشر! کتب خانہ رشیدیہ۔ کراچی

(۸) اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد از ڈاکٹر عبدالرشید

ناشر! تصوف فاؤنڈیشن۔ اسلام آباد

(۹) روح تصوف۔ از سید خورشید احمد گیلانی

ناشر! فرید بک سٹال۔ لاہور

محدث جلیل حضرت شاہ محمد غوث قادری قدس سرہ العزیز

اور

رسالہ ذکر جہر

حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف نقشبندی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

شریعت وطریقت کے راہنما، علمی اور نسبی عظمتوں کے جامع حضرت شاہ محمد غوث قادری (۱) رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۹۱ھ / ۱۶۸۰ء موضع سلطان پور، علاقہ بگرام پشاور میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری (مزار شریف پشاور) اور جد امجد حضرت سید عبداللہ المعروف صحابی بغدادی (مزار شریف مکلی ٹھٹھہ) اکابر اولیاء اور علماء میں سے تھے، حضرت شاہ محمد غوث کا سلسلہ نسب سولہ واسطوں سے حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے ملتا ہے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت پیربابا سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی پرپوتی تھیں۔

اٹھارہ سال کی عمر میں مروجہ علوم دینیہ سے فارغ ہوکر سلسلہ عالیہ قادریہ میں والد ماجد کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، چھ سال تک ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ جلال آباد، افغانستان کے قریب موضع کامہ میں مولانا اخوند محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ سے توضیح تلویح پڑھی، لاہور میں مولانا میاں جان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث شریف پڑھی اور سند حدیث حاصل کی۔

حضرت شاہ محمد غوث قادری قدس سرہ نے تمام زندگی عبادت و ریاضت، ارشاد و ہدایت، تبلیغ و تدریس اور تصنیف میں بسر کی۔ علوم دینیہ اور خاص طور پر حدیث کے ساتھ انہیں بہت شغف تھا، انہوں نے تصانیف کا بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا لیکن افسوس کہ کئی کتابیں زمانے کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ آپ کی چند گراں قدر تصانیف یہ ہیں

۱۔ شرح صحیح البخاری، حدیث شریف کے ساتھ والہانہ شغف کی بناء پر درس و تدریس کا سلسلہ تو جاری

رہتا ہی تھا، حدیث کی تحریری ترجمانی کے لئے قلم اٹھایا اور بخاری شریف کے تین پاروں کا فارسی میں ترجمہ کیا اور صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ نور الحق محدث دہلوی کے انداز میں مختصر مختصر شرح بھی فرماتے ہیں، اسماء الرجال پر گفتگو کرتے ہیں اور مسائل کی تحقیق بھی فرماتے ہیں۔

شرح بخاری کی ابتداء میں فرماتے ہیں۔

سعادتوں کا حصول اتباع نبوی علیہ افضل الصلوات و والتسلیمات پر موقوف ہے اور علم حدیث پر آگاہی کے بغیر اتباع نہیں ہو سکتی، علم حدیث میں لکھی گئی کتابوں میں سے صحیح ترین کتاب، صحیح بخاری ہے، اس لئے فقیر پر اس کے مطالعہ کا شوق غالب تھا اور اکثر اوقات اس کے ساتھ مشغول رہتا۔

ان دنوں ارادہ ہوا کہ شروح کا مطالعہ کر کے بخاری شریف کا فارسی میں ترجمہ کر دیا جائے۔ (۱)

۱۴۰۹ھ میں حضرت کے خانوادہ کی بزرگ علمی شخصیت پیر سید محمد امیر شاہ قادری مدظلہ (پشاور) نے اردو ترجمہ کے ساتھ پہلے پارے کی شرح کا فارسی مخطوطہ بڑے اہتمام سے شائع کر دیا ہے، دو پارے ابھی منتظر اشاعت ہیں۔

۲۔ اسرار التوحید (قلمی) وحدت الوجود کے موضوع پر بزبان فارسی و عربی

۳۔ اصول حدیث (قلمی) اقسام حدیث اور طرق حدیث اور اسناد کا بیان

۴۔ در کسب و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) ذکر و فکر اور سلوک کے بارے میں اہم ہدایات

۵۔ شرح قصیدہ غوثیہ۔ فارسی چھپ چکی ہے

۶۔ جواز ذکر جہر عربی (قلمی)

تمام سلاسل طریقت میں ذکر الٰہی، سلوک اور معرفت کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، البتہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ذکر خفی معمول اور مختار ہے، جب کہ دیگر سلاسل ذکر جہر پر عمل پیرا ہیں، حضرت شاہ محمد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ہم عصر علماء ذکر جہر سے منع کرتے تھے، اس لئے حضرت نے بزبان عربی ایک رسالہ لکھا جس میں قرآن و حدیث اور مجتہدین و مفسرین کے ارشادات سے ذکر جہر کا

جواز ثابت کیا خطبہ کے بعد فرماتے ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام اعمال سے افضل ہے، ذکر کی دو قسمیں ہیں (۱) ذکر خفی (۲) ذکر جہر، خفی کی دو قسمیں ہیں (۱) قلبی (۲) لسانی۔ ذکر خفی کی دونوں قسمیں بلا شک و شبہ بالاتفاق مستحب ہیں، رہا ذکر جہر تو وہ بھی بلا شبہ جائز ہے، لیکن چونکہ بعض علماء ذکر جہر سے منع کرتے ہیں، اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ کتاب وسنت اور اقوال مجتہدین کی روشنی میں اس کا جواز بیان کروں (۲)

اس سلسلے میں انہوں نے پانچ آیات کریمہ پیش کی ہیں۔

۱۔ فاذاقضیتم مناسککم فاذکر واللہ کذکر کم اباء کم او اشد ذکر اً

جب تم مناسک حج ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے آباء کا ذکر کرتے ہو یا اس سے زیادہ شدید۔ اس آیت کا مطلب بیان کرنے کے لئے تفسیر معالم التنزیل، کشاف اور بیضاوی کے حوالے سے بیان کیا کہ عربوں کا طریقہ یہ تھا کہ حج سے فارغ ہو کر بیت اللہ شریف کے پاس یا منیٰ میں مسجد اور پہاڑ کے درمیان جمع ہوتے اور اپنے آباء۔ و اجداد کے فخریہ کارنامے بیان کرتے، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے آباء و اجداد کی طرح یا اس سے بھی زیادہ کثرت اور جوش و خروش سے میرا ذکر کرو۔

اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عبد ضعیف کہتا ہے:۔ وہ لوگ ایک تو اپنے آباء کا ذکر کثرت سے کرتے تھے دوسرا بلند آواز سے، لہذا اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی بکثرت اور بلند آواز سے ہونا چاہئے ورنہ مماثلت نہیں ہوگی، صفت کثرت کے ساتھ مماثلت کی تخصیص خلاف ظاہر ہے۔ (۳)

۲۔ انما المؤمنون الذین اذاذکر اللہ وجلت قلوبھم واذاتلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایماناً۔

مومن وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ جائیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کے ایمان کو مزید پختہ کر دیں

ذکر صیغہ۔ مجہول اس لئے لایا گیا ہے کہ تاکہ پتہ چلے کہ ذکر کرنے والا معین شخص نہیں ہے، اور جن مومنین کا ذکر کیا گیا ہے ان کے ماسوا کو بھی شامل ہے، دوسرے کے ذکر کرنے سے دل خوف زدہ ہوتا ہے تو سن کر

ی ہوتا ہے اور سنے گا اسی وقت جب ذکر بآواز بلند ہو گا۔

۳۔ وبشر المخبتین الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم

ان متواضع لوگوں کو خوشخبری دیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

۴۔ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتیٰ یسمع کلام اللہ

اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجئے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔

۵ واذا قرء القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا

اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنو اور چپ رہو۔

احادیث شریفہ۔

بلند آواز سے ذکر کا جواز ثابت کرنے کے لئے حضرت محدث جلیل نے متعدد احادیث نقل کی ہیں

۱۔ امام بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں لوگ نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔

۲۔ صحیحین میں ان سے ہی روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے ختم ہونے کو تکبیر کے ذریعے پہچانتا تھا۔ شارحین نے بیان کیا کہ میں تکبیر اور ذکر سن کر جان لیتا تھا کہ نماز ختم ہو گئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کم عمر ہونے کی وجہ سے بعض اوقات جماعت میں شامل نہیں ہوتے تھے۔

۳۔ امام مسلم حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر (مشکوٰۃ شریف)

۴۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بندہ میرے بارے میں جیسا گمان کرتا ہے میں ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پس اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرے تو میں بھی اسے اپنے طور پر یاد

کرتا ہوں، اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

۵۔ امام نسائی حضرت عبدالرحمن بن ابزیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وتر سے سلام پھیرتے تو تین مرتبہ کہتے سبحان الملک القدوس اور تیسری بار بلند آواز سے یہ کلمات کہتے۔

۶۔ امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

لیس منامن لم یتغن بالقرآن

یعنی وہ ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن پاک خوش آوازی سے نہیں پڑھتا۔

۷۔ ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو اس قدر پسند نہیں کیا جس قدر خوش آواز نبی کے بلند آواز سے قرآن پڑھنے کو پسند کیا۔

اقوال آئمہ۔

حضرت محدث جلیل نے ہدایہ کی حواشی نہایہ، عنایہ اور کفایہ سے نقل کیا کہ ہمارے نزدیک اذکار میں اخفاء مستحب ہے مگر جب کہ اس کا اعلان مقصود ہو جیسے اذان اور خطبہ وغیرہ اس صورت میں بلند آواز سے ذکر مستحب ہے۔

اس حوالے سے اپنا مدعا ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ جہر خلاف مستحب ہے اور خلاف مستحب جائز ہے، اگر جہر حرام ہوتا تو اخفاء واجب ہوتا، مستحب نہ ہوتا، کیونکہ حرام کی ضد واجب ہے۔ (۴)

اس کے علاوہ فتاویٰ غرائب، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ عالمگیری، کبیری اور غایۃ البیان کے حوالے پیش کئے ہیں۔

ذکر جہر کے مانعین کے دلائل کا بھی جائزہ لیا ہے، مثلاً یہ آیت کریمہ پیش کی جاتی ہے۔

واذکر ربک فی نفسک تضرعا و خیفۃ و دون الجھر (الآیۃ)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو عاجزی اور خوف کے ساتھ اور بغیر جہر کے،

محدث جلیل فرماتے ہیں کہ دون الجہر کا معنیٰ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہر بالکل نہ ہو، جبکہ ادنیٰ جہر بھی مراد ہو سکتا ہے، تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جہری نماز میں شدید جہر کے ساتھ قرات نہ کی جائے، جبکہ کشاف اور مدارک میں ہے کہ اس سے ہر طرح کا ذکر مراد ہے اور اخفاء، اخلاص کے بھی زیادہ قریب ہے اور غور و فکر کے بھی زیادہ قریب ہے، بندہ ضعیف (حضرت محدث) کہتا ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ اخفاء میں زیادہ اخلاص ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہر بھی اخلاص سے خالی نہیں ہے، اگر جہر حرام ہوتا تو اس میں اخلاص سرے سے ہی نہ ہوتا۔

اسی طرح مانعین یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ "تم اپنی جانوں پر نرمی کرو، کیونکہ تم بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے" محدث جلیل اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ مشکوٰۃ شریف کے شارحین فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت ازراہ شفقت ہے، بطور تحریم نہیں ہے، حدیث شریف کا معنیٰ یہ ہے کہ اپنی جانوں کو آسانی فراہم کرو اور ان پر سختی نہ کرو، اور شفقت کی بناء پر جو ممانعت ہوتی ہے وہ حرمت کے لئے نہیں ہوتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ ارشاد اس وقت کا ہے جب صحابہ کرام غزوہ خیبر سے واپسی پر رات کے وقت ایک ٹیلے پر چڑھے اور اس زور سے تکبیر کہی کہ پہاڑ گونج اٹھا، وہاں آس پاس کفار بھی موجود تھے، ہو سکتا ہے کہ اس لئے ممانعت فرمائی ہو کہ کافر آواز سن کر اچانک حملہ نہ کر دیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ غزوہ خیبر مدینہ منورہ میں ۷ھ میں واقع ہوا، تمام صحابہ کرام حلال و حرام کے شرعی احکام جان چکے تھے، اگر چہ حرام ہوتا تو صحابہ کرام حرمت کا علم رکھتے ہوتے کبھی بلند آواز سے ذکر نہ کرتے، حقیقت یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور تحریم نہیں بلکہ ازراہ شفقت منع فرمایا تھا۔ (۵)

حضرت محدث جلیل کا انداز بیان بڑا متین ہے، وہ بڑے دل نشین اور معقول انداز میں اپنا مؤقف پیش کرتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

مشائخ فرماتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اذکرو اللہ ذکر اکثیر ا، اس آیت میں جس ذکر کثیر کا حکم دیا گیا ہے وہ ذکر جہر پر صادق آتا ہے، کیونکہ بلند آواز سے ذکر جب بہت سے سننے والوں کے کانوں تک اور دلوں تک پہنچے گا تو یہ بھی ذکر ہے، بلند آواز سے ذکر کرنے والا سننے والوں کے ذکر کا سبب ہے اور نیکی پر راہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح ہے، اس طرح ایک ذکر، ذکر کثیر بن گیا، جب کہ ذکر خفی اس طرح نہیں ہوتا، نیز ذکر جہر میں زبان، کان اور دل سب کا حصہ ہوتا ہے جب کہ ذکر خفی میں اس طرح نہیں ہوتا۔ ہاں اگر ذکر خفی اس طرح جاری ہو، اور زبان و دل پر اس قدر پختہ ہو جائے کہ اس سے غفلت نہ ہو تو بے شک یہ جہر سے بلند اور عظیم مرتبہ ہے۔ (۶)

ذکر جہر کے یہ جزئی فضائل ہیں، جب کہ ذکر خفی کے اپنے فضائل ہیں، مثلاً اس میں ریاکاری کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا، اور اس سے اصل مقصد حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ کہ انسان کا باطن یاد الٰہی میں مصروف ہوتا ہے۔ وغیر ذالک

حضرت محدث جلیل نے ذکر کا حکم بیان کرنے کے بعد کلمہ۔ طیبہ کا مفہوم اور مطلب بیان کیا ہے کیونکہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

یہ رسالہ۔ مبارکہ بیالیس صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحے میں گیارہ سطریں ہیں، زبان عربی اور خط نسخ ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محدث جلیل کا اپنا لکھا ہوا نہیں ہے، کیونکہ اس میں کئی جگہ املا۔ کی غلطیاں دکھائی دیتی ہیں۔

اس رسالہ کے مطالعہ سے حضرت محدث جلیل رحمۃ اللہ علیہ کے وسیع مطالعہ، گہری نظر اور قوت استدلال کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ ضمناً جگہ جگہ مخالفین کی طرف سے پیش کردہ اعتراضات کے جوابات بڑی خوش اسلوبی سے دیئے ہیں۔

حضرت محدث جلیل سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمر شریف کا زیادہ تر حصہ پشاور میں تبلیغ، تدریس اور ارشاد و ہدایت میں گزارا، آخر عمر میں لاہور تشریف لے آئے اور ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء میں یہیں وصال ہوا، دہلی دروازہ لاہور کی باہر اکبری منڈی کے پاس آپ کا مزار پرانوار مرجع

خلائق ہے، حال ہی میں آپ کے عقیدت مندوں نے مسجد اور مزار شریف کی تعمیر جدید کا کام کیا ہے اور ساتھ ہی بلند و بالا مینار تعمیر کیا ہے۔ (۷)

۱۔ محمد غوث قادری، شاہ: شرح غوثیہ (مکتبہ الحسن، پشاور) ص ۱

۲۔ محمد غوث قادری، شاہ: رسالہ ذکر جہر (قلمی)، ص ۳۔۲

۳۔ ایضاً: ص ۶

۴۔ محمد غوث قادری، شاہ: رسالہ ذکر جہر ص ۱۲

۵۔ محمد غوث قادری، شاہ: رسالہ ذکر جہر ص ۲۷۔۲۶

۶۔ ایضاً: ص ۳۷۔۳۶

۷۔ حضرت محدث جلیل کے سوانحی حالات محترمہ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی کے مقالہ ڈاکٹریٹ "محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث کی دینی و علمی خدمات" مطبوعہ مکتبہ الحسن، پشاور سے لئے گئے ہیں۔

استفتاء مع الجواب

حضرت علامہ مفتی خلیل الرحمن
نقشبندی قادری گلوزوی (پشاور)

علماء کرام و مشائخ عظام حضرات مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات قرآن وحدیث شریف کی روشنی میں مفصل مدلل عنایت فرما کر مشکور و ممنون فرماویں۔

س ۱) دنیا و آخرت میں کامیاب اور خود دنیا کی بقاء کیلئے علماء حق کا وجود کیوں ضروری ہے۔

س ۲) کیا یہ درست ہے کہ صحابہ۔ کرام چار چیزوں سے احتراز کرتے تھے یعنی نمبر ۱ امامت کرنے سے، نمبر ۲ وصی بننے سے، نمبر ۳ امانت رکھنے سے، نمبر ۴ فتویٰ دینے سے، اسکی کیا وجہ تھی ازراہ کرم تفصیل سے بتائیں۔

س ۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زندوں کے رونے سے مردے کو عذاب ہوتا ہے۔ جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سختی سے اسکا انکار کرتی ہیں، وضاحت فرمائیں۔

نصرت سلیم صدیقی ایبٹ آباد

الجواب

سوال نمبر ۱۔ واضح ہو کہ خالق کائنات نے روز ازل میں جملہ ارواحوں سے فرمایا (الست بربکم) تو جواب میں سب نے کہا بلیٰ اس عہد و پیمان سے یہ ثابت ہوا کہ تمام ارواحوں نے روز ازل میں رب لم یزل کو اپنا خالق رازق اور معبود مان لیا چاہیے تو یہ تھا کہ انسان دنیا میں آکر اپنے حقیقی خالق مالک اور معبود ہی کو مانتا اور وحدہ لاشریک لہ کا عقیدہ رکھتا لیکن جب انسان کو رب العزت نے بوجہ ابلیس لعین اور نفس امارہ ایک بہت بڑی آزمائش سے دوچار کردیا۔ ایسے میں یہ بات عین ممکن تھی کہ انسان ان دونوں دشمنوں کے مکروفریب کے جال میں پھنس کر رب کریم کے ساتھ کیا ہوا وعدہ بھول جاتا اور صراط مستقیم سے بھٹک کر قعر ضلالت میں گر کر جہنم کا ایندھن بن جاتا لہذا رب رحیم نے اپنی رحمت کاملہ سے انسان اور جنات پر بے حد وعد احسان فرما کر دنیا میں انبیاء کرام کو صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین واسطے ہدایت خلق مبعوث فرمایا اور تاکہ ہدایت کرنے کے ساتھ انکو اپنا کیا ہوا وعدہ بھی یاد دلاتے رہیں۔

اس مقصد کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں بھیجا اسکے علاوہ بعثت انبیاء کرام میں مخلوق کی طرف سے قطع حجت کا راز بھی مضمر تھا تاکہ یہ لوگ بروز یوم الحساب یہ نہیں کہیں کہ یا اللہ اپنے دنیا میں ہماری ہدایت کے لئے کوئی ہادی کیوں نہیں بھیجا۔

جیسے کہ قرآن کریم کی ایک آیت سے صاف ظاہر ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے) ولو انا اھلکنٰھم بعذاب من قبلہ لقالوا الخ

ترجمہ:- اگر ہم نافرمانوں کو ہلاک کرتے عذاب سے رسول بھیجنے سے پہلے تو یہ لوگ ضرور کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے کیوں ہمارے پاس رسول نہیں بھیجا تاکہ ہم آپ کی آیتوں پر عمل کرتے اور عذاب سے نجات پاتے۔ بعثت انبیاء کرام میں یہی حکمت کارفرما تھی کہ اپنے وعدے کو بھولے ہوئے اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو ہدایت فرما کر اپنے حقیقی رب سے ملا دیں تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب اور عذاب سے نجات حاصل ہو۔ جہنم کے انواع و اقسام عذابوں سے فلاح پائیں اور جنت نعیم میں داخل ہو کر دائمی مسرتوں اور نعمتوں سے مالا مال ہوں اور حقیقت میں یہی فوز عظیم ہے (قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز) جس نے آگ۔ جہنم سے چھٹکارا پایا اور جنت میں داخل کیا گیا پس تحقیق وہ کامیاب ہوا۔

اب دو باتیں قابل غور ہیں۔ نمبر ۱ چونکہ جتنے انبیاء کرام دنیا میں تشریف لائے احکام الٰہی کی تعمیل فرما کر دنیائے فانی سے دار البقاء کی طرف تشریف لے گئے اور یہی مرحلہ ہمارے آقا و مولیٰ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی درپیش تھا (ارشاد باری تعالیٰ ہے) وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل) الخ اور نہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول تحقیق ان سے پہلے بہت پیغمبر گذر چکے ہیں۔ دوسری نمبر ۲ بات یہ ہے کہ ابلیس لعین کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مہلت دی ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ ابن آدم علیہ السلام کو جنت میں جانے نہ دوں گا یہ انسان کا بہت بڑا دشمن ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم میں حکم بھیجا کہ (ان الشیطٰن لکم عدو فاتخذوہ عدوا) تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے۔ پس تم بھی اسکے ساتھ دشمنی

کرواور ارشاد فرمایا ان النفس لامارة بالسوء) بیشک تمہارا نفس تمکو حکم دینے والا ہے برائی کا)

یہاں سوچنے کا مقام ہے کہ ایک طرف تو ہمارے آقا رحمتہ اللعٰلمین دنیا سے تشریف لے جائیں اور ہمیں پشت در پشت قیامت تک صراط مستقیم پر چلانے کے لئے کوئی ہادی رہنما نہ رہے۔ جبکہ دوسری طرف ہمارے ازلی دشمن ہمیں گمراہ کرنے کے درپے ہیں (یعنی ابلیس لعین اور نفس امارہ) تو پھر اس امت کی خیریت اور افضلیت کیسے برقرار رہے گی۔ جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (کنتم خیر امتہ الخ) تم۔ بہترین امت ہو۔ تم قیامت کے دن لوگوں پر گواہ ہوگے۔ اور ہم نے۔ بہت کرامت بزرگی دی ہے اولاد آدم علیہ السلام کو۔

چونکہ قران کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے علماء کرام کو ایک برگزیدہ ممتاز مقام بخشا ہے فرمایا (ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون) کیا عالم اور غیر عالم برابر ہیں ہر گز نہیں) فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اگر تم نہیں جانتے تو علماء سے پوچھو معلوم کرو یہ حکم ہر غیر عالم کے لئے ہے۔ (والذین اوتو العلم درجٰت)

بلند فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مؤمنوں اور عالموں کے درجے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کا درجہ غیر عالم پر ایسا ہے جیسا میرا درجہ تم پر سوچیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ امت پر کتنا بلند وارفع ہے۔

مختصر یہ کہ جب خدائے بزرگ و برتر نے اس امت میں علماء کرام کو ارفع مقام عطا فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ تم اپنے مسائل وامور کو حل کرنے کے لئے علماء کی طرف رجوع کرو۔

تو اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انہیں امت کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے علماء کرام ہی کو منتخب فرمایا تاکہ دنیا میں عذاب الٰہی سے نجات اور آخرت میں عذاب۔ جہنم سے خلاصی پانے کے لئے امت کو کوئی دشواری پیش نہ آئے اور ابلیس ملعون اور نفس امارہ کو منہ کی کھانی پڑے۔

اور ارشاد فرمایا وان العلماء ورثتہ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما وانما ورثوا العلم الخ۔

اس حدیث شریف کو روایت کیا ہے احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ دارمی نے۔ صفحہ ۳۴ مشکوٰۃ شریف

ترجمہ۔ تحقیق علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام نے کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہ بنایا انھوں نے صرف علم کا وارث بنایا الخ۔ مرآۃ المناجیح جلد ا صفحہ ۱۹۹

اب معلوم ہوا کہ علماء کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا جانشین مقرر فرمایا تاکہ امت کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا کام جاری رہے جو علماء آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کو کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں یہی علماء حق ہیں اور ان کا وجود دنیا میں دنیا والوں کے لئے از حد ضروری ہے اور انکی اتباع واجب ہے۔ جو علماء علم کو حصول دنیا کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ علماء سوء ہیں ان سے اجتناب بقول حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ از حد ضروری ہے بلکہ وہ زہر قاتل ہیں۔ العیاذ باللہ منہم

سوال نمبر ۲۔ صحابہ کرام کا مقام نہایت بلند و ارفع ہے وہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتا تو وہ فوراً دوسرے صحابہ کرام تک پہنچاتا حافظ نیشاپوری حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں ایک حدیث شریف روایت کرتے ہیں صحابی موصوف کے الفاظ یہ ہیں۔ ما کل الحدیث سمعناہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطولہ الخ۔ انوار الحدیث صفحہ ۶۸

ترجمہ۔ ہم لوگوں کو تمام احادیث کی سماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ہو پاتی تھی ہم اونٹوں کی دیکھ بھال میں بھی مشغول رہتے تھے اور صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس حدیث شریف کی سماعت فوت ہو جاتی تھی اسکو اپنے ہم عصروں اور زیادہ یاد رکھنے والوں سے سن لیا کرتے تھے۔ معرفتہ علوم الحدیث صفحہ ۱۴ اسے صاف ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام آپس میں اشاعت علم میں پوری کوشش فرماتے تھے۔ مولٰنا جلال الدین احمد فرماتے ہیں۔

دین کو اپنی تفصیلات و تشریحات کے ساتھ اہل اسلام تک پہنچانے کے لئے صحابہ کرام کے درمیان احادیث کی نقل و روایت کا شب و روز یہ معمول تو تھا ہی اسکے علاوہ بھی بہت سے مواقع اس طرح کے پیش آتے تھے۔ جبکہ کسی خاص مسئلے میں قرآن کا کوئی صریح حکم نہیں ملتا تو مجمع صحابہ سے دریافت کیا جاتا کہ اس مسئلہ کے متعلق سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث کسی کو معلوم ہو تو بیان

کرے سوال نمبر ۲ میں جو چار چیزیں مذکورہ ہیں ان میں سے کوئی ایک چیز بھی تو خلاف شرع نہیں امامت کا ورثہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کو ملا تھا۔ اس طرح وصی بننا شریعت اسلامی کی رو سے جائز امر ہے۔ امانت تو خود حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ بوقت ہجرت مدینہ منورہ لوگوں کی امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کیں۔

فتویٰ دینے میں کسی صحابی نے لیت ولعل سے کام نہیں لیا البتہ جسکو مسئلہ پر عبور نہ تھا اس نے ضرور احتراز کیا یا شاذو نادر کسی صحابی نے اگر کیا تو یہ اسکی تقویٰ اور احتیاط تھی جیسے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ عہدہ قضا قبول نہ کرتے تھے۔

سوال نمبر ۳۔ مردہ زندوں کے رونے پر معذب نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، فرزند حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وفات ہوئے تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے تھے جس پر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا وانت یا رسول اللہ فقال یا ابن عوف انہا رحمتہ۔ یعنی یا رسول اللہ آپ خود روتے ہیں تو حضور اقدس نے فرمایا۔ اے عوف کے بیٹے یہ رونا رحمت ہے۔ اس حدیث شریف کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا صفحہ ۱۵۰ مشکوٰۃ شریف

دوسری حدیث شریف جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو کہ سعد بن عبادہ کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے تھے۔ صحابہ کرام نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو روتے دیکھا تو سب رونے لگے اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہنے پر اور دل کے حزن وملال پر عذاب نہیں فرماتا بلکہ وہ جو منہ پیٹیں سینہ کوبی کریں یا کپڑے پھاڑیں مردہ کو مخاطب کرکے بکواس کریں کہ اے میرے پہاڑ اے میرے پہلوان اے میرے شیر وغیرہ وغیرہ جو داخل نوحہ ہیں اور حرام ہیں فرشتے کہتے ہیں میت کو واقعی تو ایسا تھا جیسے مردہ کو سخت تکلیف اور اذیت پہنچتی ہے۔ رویت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے صفحہ ۱۵۰ مشکوٰۃ شریف

رہی بات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی کہ زندوں کے رونے سے مردوں کو عذاب ہوتا ہے۔
اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ عنہا کا انکار کرنا تو اسکی وضاحت تو خود حدیث شریف میں موجود ہے۔

حدیث شریف:۔ وعن عمرة بنت عبدالرحمٰن انہا قالت سمعت عائشۃ رضی اللہ عنہ وذکر لہا ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یقول ان المیت لیعذب ببکاء الحیی علیہ، تقول یغفر اللہ لابی عبدالرحمٰن اما انہ لم یکذب ولکنہ نسی او اخطاء انما مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ یہودیہ یبکی علیہا وانہا التعذب فی قبرہا متفق علیہ صفحہ ۱۵۱ مشکوٰۃ شریف۔

ترجمہ:۔ عمرة بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے سنا ان سے ذکر کیا گیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زندوں کے رونے سے مردوں کو عذاب ہوتا ہے فرمانے لگیں اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن کو بخشے انہوں نے جھوٹ نہیں بولا لیکن وہ بھول گئے یا خطاء کر گئے اصل بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک یہودیہ کی قبر کے پاس سے گذرے جس پر رویا جارہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اسے قبر میں عذاب ہورہا ہے۔

غرض لوگ اس پر رو رہے تھے اور اسکو قبر میں بوجہ کفر عذاب ہورہا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھے کہ اسکو زندوں کی رونے کی وجہ سے عذاب ہورہا ہے ویا مطلب یہ ہے کہ کافر کو زندوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے نہ کہ مؤمنین کو

حضرات محدثین کرام کی تحقیق یہ ہے کہ زندوں کے رونے سے مردہ کو عذاب نہیں ہوتا۔

البتہ جس نے نوحہ و بکا پر وصیت کی ہو تو ایسے شخص کے بارے میں عذاب کی روایات موجود ہیں۔

حضرت مفتی احمد یار صاحب فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق تحقیق یہی ہے کہ اگر میت اس رونے پیٹنے کی وصیت کر گیا ہے تو عذاب پائیگا۔ یا مطلب عذاب کا یہ ہے کہ مرنے والے کو مرتے وقت اس شور وغل سے تکلیف ہوتی ہے۔ جیسے اسے تلاوت قرآن پاک وغیرہ سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ اب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اختلافات کی وجہ واضح ہوچکی ہے اور اسی پر علماء امت کا اتفاق ہے۔

صفحہ ۵۰۹ جلد ۲ مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، واللہ اعلم بالصواب

استفتاء ۲

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مشائخ عظام اس مسئلہ میں کہ فرض نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنا جائز ہے یا کہ نہیں اور یہ جو بعض خانقاہوں، مسجدوں میں انفرادی طور پر یا حلقہ باندھ کر ذکر بآواز بلند کرتے ہیں اسکا کیا حکم ہے۔ مہربانی فرماکر جواب مدلل بحوالہ کتب ارقام فرماکر مشکور فرماویں۔ بنیو توجرو

مولوی محمد صدیق امام و خطیب جامع مسجد موضع گنبد دلہ زاک روڈ تحصیل و ضلع پشاور 2/2/95

الجواب

وھوالموفق الصواب

واضح ہو کہ ذکر الٰہی مطلوب شرعی ہے اور جو آیتیں ذکر کے بارے قرآن کریم میں مذکور ہیں مطلق ہیں۔ علماء کرام نے ذکر جہری اور سری دونوں کے جواز پر تصریح فرمائی ہے۔ بعض جگہ ذکر جہراً افضل ہے اور بعض جگہ ذکر سری افضل ہے۔ لہٰذا ذکر جہری پر بدعت کا حکم کرنا صحیح نہیں ہے۔

آیت فاذا قضیتم الصلوٰۃ واذکر واللہ الخ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ذکر الٰہی رات اور دن میں دریا اور خشکی میں سفر اور حضر میں فراغت اور تنگدستی میں بیماری اور صحت میں سر اور جہر سے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ درمنثور للامام السیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴

حدیث شریف:- وعن عبداللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوٰتہ یقول بصوتہ الاعلیٰ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۸

صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے لا الہ الا اللہ الخ کا ذکر فرماتے تھے؟ یہ حدیث شریف ذکر

جہری کے لئے بین دلیل ہے۔

حدیث شریف:۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کنت اعرف انقضاء صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر متفق علیہ، مشکوٰۃ صفحہ ۸۸۔ بخاری اور مسلم شریف نے یہ حدیث شریف ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کی اختتام کو اللہ اکبر کہنے سے پہچانا کرتا تھا۔

شیخ عبدالحق محقق محدث دہلوی در تشریح این حدیث شریف فرمودہ گفتہ اند کہ مراد بتکبیر اینجا ذکر است چنانکہ در صحیحین از ابن عباس رضی اللہ عنہ آمدہ است کہ رفع صوت بذکر وقت انصراف مردم از نماز فرض درزمان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہود بود۔ اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۴۱۸

ترجمہ:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ علماء کرام حضرات نے فرمایا ہے کہ اس حدیث شریف میں تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نمازوں کے بعد ذکر بالجہر معروف تھا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف کے تحت فرمایا ہے۔ ھذا دلیل لما قالہ بعض السلف انہ یستحب الجہر بالتکبیر والذکر عقب المکتوبۃ الخ

ترجمہ:۔ یہ حدیث شریف دلیل ہے فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے، شرح مسلم علی حاشیہ مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۷

اسی طرح تفسیر صاوی میں ذکر جہری کو لوگوں کے ساتھ مل کر کرنے کو افضل فرمایا ہے۔ تفسیر صاوی جلد ۱ صفحہ ۶۵

علامہ شامی فرماتے ہیں قال بعض اہل العلم ان الجہر افضل لانہ اکثر عملاً لتعدی فائدتہ الی السامعین الخ

ترجمہ:۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ذکر بالجہر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے الخ

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ جمع عظیم یرفعون اصواتہم بالتسبیح والتہلیل جملتہ لا باس بہ۔

عالمگیری جلد ۴ ص ۹۰

ترجمہ:۔ بہت سے لوگ ایک ساتھ اگر بلند آواز سے ذکر و تسبیح پڑھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرمودہ اند۔ و دیگر حقیقت ذکر جہر حق آنست کہ انکار آن سفاہت واضح است الخ، فتاوی عزیزی جلد ۱ صفحہ ۱۷

ترجمہ۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ ذکر بالجہر کا انکار کرنا جہالت صریح ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ نتیجۃ الفکر میں ذکر بالجہر کے استحباب پر پچیس حدیثیں پیش کی ہیں جن میں سے ایک حدیث شریف یہ ہے۔

حدیث نمبر ۲۲۔ اخرج الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ان رفع الصوت بالذکر حسین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحاوی للفتاوی جلد ا صفحہ ۳۹۲

ترجمہ:۔ بائیسویں حدیث شریف۔ بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ جماعت کے بعد ذکر بالجہر کرنا عہد رسالت کا معمول تھا۔

انتباہ۔ ان تمام حوالوں سے صاف ظاہر ہوا کہ ذکر بالجہر اور سری دونوں جائز ہیں اور ذکر جہری بعد نماز پنجگانہ زمانۂ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متوارث ہے اسی طرح ذکر انفرادی ہو یا اجتماعی دونوں جائز ہیں۔ اسے انکار کم عقلی کی دلیل ہے اور کتب مذہب سے عدم واقفیت۔

حضرت اخون درویزہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعلی رضی اللہ عنہ فرمودند یا علی ذکر چنان کن کہ ہر کس ترا بیند و دیوانہ پندارد صفحہ ۳۲۰ ارشاد الطالبین۔ اسے ذکر انفرادی اور جہری دونوں ثابت ہوتے۔

قال الشیخ ابو النجیب السہروردی۔ المرا (بقولہ تعالیٰ ان تبدو الصدقات فنعماہی) الجہر بالذکر۔

ترجمہ:۔ ان تبدوا الصدقات الخ سے مراد ذکر بالجہر ہے۔ تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۲۷۲

اسی طرح ذکر بالجہر کو تفسیر روح البیان میں مستحب فرمایا۔ تفسیر روح البیان جلد ۷ صفحہ ۸۶

مسجد میں یا خانقاہوں میں حلقہ باندھ کر جو ذکر کیا جاتا ہے بآواز بلند تو یہ بالکل جائز ہے۔

قول باری تعالیٰ ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر الخ ...

جمعیت سادات کا ماہانہ اجلاس

رپورٹ:۔ سید محمد انور شاہ قادری
لائبریرین ایجوکیشن کالج گل بہار پشاور

جمعیت سادات کا ماہانہ اجلاس ۳۱ مارچ ۱۹۹۵ء بروز جمعہ بعد نماز عصر پانچ بجے آغا سید مکرم شاہ صاحب گیلانی کی رہائش گاہ بیرون گنج گیٹ پشاور منعقد ہوا۔ شاہ صاحب نے ہی اس کی صدارت کی۔ تلاوت کلام سے راقم الحروف نے آغاز کیا۔ سید مقصود شاہ صاحب نے نعت شریف پڑھی۔ اس کے بعد کنوینر سید لیاقت علی شاہ صاحب گیلانی نے جمعیت کے سابقہ اجلاس کی کارکردگی پیش کی۔ بعد میں جملہ حاضرین سے اپنی تجاویز پیش کرنے کی درخواست کی گئی۔

جمعیت سادات دیر کے سرپرست حضرت سید دلاور جان صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ جمعیت سادات کو پورے صوبہ سرحد اور پھر ملک بھر میں پھیلانے کے لئے دورے کئے جائیں اور ہر شام پر جمعیت سادات کی مقامی تنظیمیں قائم کرکے انہیں پروگرام دیا جائے تاکہ وہ خود کام آگے چلائیں۔ ڈاکٹر سید نور محمد شاہ صاحب (وڈپگہ) نے وقت کی پابندی کرنے کی تجویز پیش کی کہ جب وقت اجلاس بلایا جائے تو تمام حضرات کو اس وقت پر مقام مذکورہ پر حاضر ہو جانا چاہیئے۔ سید مکرم علی شاہ صاحب نے سالانہ کنونشن کے انعقاد کی طرف توجہ دلائی چنانچہ کافی بحث و تمحیص کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ کنونشن ضرور ہونا چاہیئے۔ سید تنویر الحسن گیلانی، سید عبدالقیوم شاہ صاحب (مانسہرہ)، قاری سید منظور علی شاہ صاحب، سید ظہور شاہ صاحب، سید تاج میر شاہ صاحب نے خطاب کیا۔ جبکہ صوبائی وزیر جیل خانہ جات سید قمر عباس صاحب بخاری نے اپنے خطاب میں صوبہ سرحد کے دورے کے لئے جلد از جلد پروگرام مرتب کرنے پر زور دیا نیز ماہانہ اجلاس بزرگان کرام کے حوالے سے منعقد کرنے کی تجویز بھی پیش کی۔ آخر میں انتقال کرنے والے سادات کرام کے لئے فاتحہ پڑھی گئی۔ آئندہ اجلاس ۲۸ اپریل ۱۹۹۵ء بروز جمعہ چار بجے بعد عصر حضرت پیر سید مستان شاہ صاحب کے آستانہ عالیہ پر تیم پورہ شریف میں منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔ نماز مغرب کے بعد مکرم علی شاہ صاحب گیلانی نے چائے سے حاضرین کی تواضع کی۔

تخلیق کائنات

الحاج صوفی مشتاق احمد۔ ایم اے

ارشاد خداوندی ہے۔

خلق السمٰوٰت والارض بالحق وصورکم فاحسن صورکم والیہ المصیر ○

(پارہ ۲۸ التغابن)

"خالق اکبر نے کائناتِ ارض و سماوات، کو استفادہ از ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بزبان فارسی درست تدبیر سے پیدا کیا۔ اور (اے انسان) تمہاری شکل وصورت کو انتہائی حسین انداز میں پیدا کیا۔ (لیکن) اپنے حسن و جمال پر اترانا نہیں کہ اسنے دھیرے دھیرے زوال پذیر ہو جانا ہے) اور تم نے اسی (خالق حسن و جمال) کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ خالق کن فیکون نے کائنات کو کیوں پیدا کیا؟ اسکا جواب ہمیں حدیث قدسی سے ملتا ہے۔ ارشاد حق ہے کنت کنزا مخفی ازردت ان اعرف مخلقت الخلق "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہنچانا جاؤں پس میں نے مخلوقات کو پیدا کیا۔

خالق اکبر کی مخلوقات میں کائنات کی تخلیق کا مقام اپنی عظمت، تنوع، ہمہ گیری اور وسعت کے لحاظ سے انتہائی بلند ہے۔ جس طرح اللہ پاک حسن و جمال کے لحاظ سے بے مثل و بے مثال ہے (جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ صبغتہ اللہ ومن احسن من اللہ صبغتہ۔ یعنی اللہ کا رنگ (بڑا حسین ہے) اور وہ کون ہے جس کا رنگ اللہ کے رنگ سے زیادہ حسین ہے اسی طرح خداوند بزرگ و برتر کی تخلیقات حسن و جمال کی بو قلمونی اور نیرنگی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں۔

فضاء بیکراں کے اندر ستاروں اور سیاروں کی زمزمہ افشاں جھلملاہٹ، سیم تن آبشاروں کی مانند چاندی بکھیرتی کہکشائیں، کاکل مشکیں کی طرح بکھرے بکھرے اور لہراتے بادل اور ان سے مژدہ حیات دینے والی پھوار کی رم جھم، زمین کی بنجر کھوکھ کو امید کی دولت سے نہال کرتی ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے زمین کا برہنہ سینہ سبزے کا زمردیں لباس زیب تن کر لیتا ہے۔ سینہ۔ کائنات پر جگہ بجگہ دلفریب وادیاں اور

پر کشش مرغزار، شاہد رعنا کی طرح پھول کے حسین و جمیل گچھوں سے آراستہ و پیراستہ ہو کر صاحبان ذوق و نظر کو دعوت نظارہ دیتے ہیں۔

لہلہاتے پھول، چہچہاتے عنادل، زلف محبوب کی طرح بل کھاتی ندی نالے، سرسراتی ہوئی حیات آفریں ہوائیں۔ ترنم ریز آبشاریں۔ نرگس شہلا سنبل و ریحان، سرو سمن اور گل نسترن کے اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیر ہن، مشک و عنبر کی مانند ہوشربا اور مسحور کن خوشبوؤں کی لہریں؟؟؟ مظاہر قدرت کا رمز آشنا جب خالق اکبر کی فن خلاقی کی معجز نما کرشمہ سامانیوں کو غور سے دیکھتا ہے تو بے ساختہ پکار اٹھتا ہے "فتبارک اللہ احسن الخالقین" (سورہ مؤمنون پارہ ۱۸) بے انتہا تعریف کے لائق ہے۔ وہ اللہ جل جلالہ جو بہترین خالق ہے۔

ایک مغربی مفکر نے جب یہ سب کچھ دیکھا تو کیف و سرور کے جذبات سے مغلوب ہو کر یوں گویا ہوا۔

When we stand to gaze upon the scene before us, we grow to feel a part of it. Something in it communicates with something in us. The communion brings us joy and the joy brings us exaltation.

"جب ہم رک کر ان حسین مناظر پر نگاہ ڈالتے ہیں جو ہمارے سامنے حد نگاہ تک پھیلے ہوتے ہیں تو ہم محسوس کرتے ہیں گویا ہم ان مناظر کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس حالت میں کائنات کا شاہد مستور ہم سے ہم کلام ہو جاتا ہے۔ یہ ہم کلامی کیف و نشاط پیدا کرتی ہے۔ اور یہ نشاط وجد و مستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

مغربی مفکر کا مناظر قدرت کے متعلق ان خیالات کا اظہار صاحبان بصیرت کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ مناظر قدرت کا دلدادہ جب ان حسین مناظر کو محویت کے عالم میں دیکھتا ہے تو وہ ان کے اندر زیست و نمو اور رنگ و بو پیدا کرنے والی قوت متحرکہ کو بچشم تصور سے دیکھتا ہے پھر جب اپنے نفس کی گہرائیوں میں ڈوب کر زندگی کی حقیقت کو پالینے کی جستجو کرتا ہے تو وہ یہ دیکھ کر اک خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہی قوت متحرکہ اسے زیست کے اسرار و رموز کی گتھیاں سلجھانے میں مدد دیتی ہے۔

فطرت کے حسن و جمال اور رعنائیوں کا گرویدہ جب باہر کی دنیا کا موازنہ اپنے من کی دنیا کے ساتھ کرتا ہے تو یہ دیکھ کر دم بخود رہ جاتا ہے کہ دونوں میں زیست و نمو کی یکسانیت اور حسن و جمال کی حیران کن مماثلت پائی جاتی ہے تو وہ اپنے سراپا میں خوشی اور مسرت کی ایک نادیدہ لہر کا مدوجزر محسوس کرتا ہے۔ مسرت کی لہر وارفتگی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اور وارفتگی وجد و مستی کا روپ دھار لیتی ہے۔

یہ قوت متحرکہ فن تخلیق کی کرشمہ سازی ہے جو فرش سے لے کر عرش تک کی ہر مخلوق میں اک قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے اجرام فلکی کی ان گنت قسمیں فضائے بسیط میں طیور کی بے شمار اقسام، خطہ ارض پر رینگنے، پھدکنے اور برق رفتاری سے دوڑنے والے جانور سطح سمندر کے نیچے مچھلیوں اور دوسرے آبی جانوروں کی حیرت انگیز اقسام کی وسیع و عریض دنیا، نباتات کی دنیا میں ناقابل یقین حد تک تنوع، رنگینی اور ثمر آفرینی جمادات کی دنیا کا تحیر فزا طلسم کدہ، سرخ و سفید، سبز، نیلے اور پیلے پتھروں کی تہوں میں قدرت کے انمول خزانے آگ اور نور کی مخلوقات یعنی فرشتے اور جنات اور سب سے بڑھ کر قدرت کے فن تخلیق کا شہکار یعنی حضرت انسان۔

یہ سب خداوند بزرگ و برتر کے حسن اخلاقی اور فن صناعی کے نادر نمونے ہیں۔ ان سب کا وجود و نمود، حرکت و سعی اور کارگاہ حیات میں تجاہد للبقاء مرہون منت ہے۔ قوت متحرکہ کا جسے قرآن حکیم کے الفاظ میں روح کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ "روح" کیا چیز ہے؟ قرآن پاک اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرماتا ہے۔ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی ○

یعنی اے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ آپ سے روح کی ماہیت کے بارے میں استفسار کرتے ہیں۔ آپ انہیں بتا دیجئے کہ روح امر ربی ہے یعنی روح اللہ کا حکم ہے جسے مشیت ایزدی اور منشاء ربی بھی کہا جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کائنات ہست و بود میں ایک حقیر ذرہ (جسے خوردبین کی مدد کے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا) سے لے کر کوہ پیکر اجسام تک خواہ وہ فضاء بسیط میں معلق یا متحرک ہے یا کرہ ارض پر گرم سفر ہیں یا زیر سطح سمندر تیر رہے ہیں۔ ایک ہی قانون ایزدی کے تحت زندگی کے شب و روز گزار رہے ہیں۔ علامہ اقبال

نے اس عالم گیر صداقت کو کس خوبصورتی کے ساتھ ایک شعر میں بیان کر دیا ہے۔

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں

بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے مغربی مفکرین اور سائنسدانوں کی کہ جن کی پر عزم کاوشوں اور تحقیق و تجسس کی بے پناہ صلاحیتوں نے سال ہا سال کی عرق ریزی کے بعد ذرے کے دل کو چیر کر اس کے اندر چھپی ہوئی تباہ کاریوں کا سراغ لگایا۔ یوں انہوں نے منشاء ایزدی کی تعمیل کرتے ہوئے تسخیر کائنات کے سلسلے میں اہم پیش رفت کی ہے۔ اس فکر انگیز تحقیق نے سائنسدانوں کے لئے نئی جہتوں کا تعین کیا ہے۔ جو ممالک توانائی کے بحران سے بری طرح متاثر ہیں۔ ان کے لئے ایٹمی توانائی مژدہ جانفزا ہے۔ بشرطیکہ خداوندان خیر و شر اسے خیر کے سانچے میں ڈھالنے کی مخلصانہ کوشش کریں۔ اور اگر اس زمانے کے بش، کلنٹن، گورباچوف اور یلسن جیسے خود ساختہ ٹھیکیداران خیر و شر اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے راستے میں حائل کمزور اقوام کو ظلم وستم کا تختہ مشق بنانے پر تل جائیں۔ تو اس توانائی کو انسانیت کی تباہی و بربادی کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ باوصف اس کے کہ جب ان لیڈروں کے نمائندے اقوام عالم کی مجالس میں بیٹھتے ہیں تو عالم انسانیت کے تقدس عظمت اور خدمت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہوتے دنیا کے چیمپئن بننے کا اعلان کرتے ہیں۔ لیکن جب ان کے مفادات پر ہلکی سی بھی آنچ آنے کا خدشہ ہوتا ہے تو عالم انسانیت کی خدمت کے بلند بانگ دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور یہ نام نہاد ٹھیکیداران انسانیت بھیڑیئے کا روپ دھار لیتے ہیں اور کمزور و مظلوم اقوام کا گوشت بھنبوڑ بھنبوڑ کر نوچتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔ اس سے بڑھ کر ستم ظریفی یہ ہے کہ امن و آشتی کے دوسرے دعویدار اس صریحاً ظلم و ستم کو دیکھتے ہیں اور ظالم کے ہاتھ کو پکڑ کر ظلم کرنے سے روکتے نہیں ہیں بلکہ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ علی الاعلان اجتماعی طور پر ظالمانہ کارروائیوں کی شدید مذمت تک نہیں کرتے۔

(تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو)

بر کیف یہ ایٹمی توانائی کے سلسلے میں ایک جملہ معترضہ تھا۔ جسے بر سبیل تذکرہ بیان کیا گیا ہے۔ بات ہو رہی

بقیہ ص ۴۹ ملاحظہ فرمائیں

کیا عالم اسلام متحد ہو سکتا ہے؟

از اقبال ریاض

کیا عالم اسلام کبھی اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکے گا۔ ایک معروف مبصر کے مطابق عالم اسلام کے پاس افرادی قوت کی علاوہ انسانی زندگی اور ملکی ترقی اور ضروریات وغیرہ سے متعلق وہ تمام وسائل موجود ہیں جو قوم کو خوشحال اور ترقی یافتہ بنانے کے لئے ضروری ہیں۔ چنانچہ ان وسائل کو اگر یکجا کر کے ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ تو دنیا کی کوئی قوت بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ اس مبصر کے مطابق کہنے کو تو عالم اسلام آزاد ہے لیکن در حقیقت کوئی مسلمان ملک ایسا نظر نہیں آتا جو اپنی مرضی خواہش اور اپنے ملک کے مفاد کے مطابق اپنے ذرائع کو آزادی کے ساتھ استعمال کر سکے۔

افغانستان سے روس کی سپر طاقت کی شکست اور پسپائی اور وسط ایشیا۔ کی اسلامی ریاستوں کی آزادی کے بعد یہ خیال کیا جانے لگا تھا کہ پاکستان اور افغانستان سمیت یہ ریاستیں اگر اپنے وسائل کو یکجا کر لیں اور اس سلسلے میں ایک دوسرے کی مدد کریں تو چند سالوں میں ہی ان کی کایا پلٹ سکتی ہے لیکن ایک طرف جہاں اس راہ میں منصوبہ بندی کا فقدان حائل ہے۔ وہاں بین الاقوامی حالات اور پیچیدگیاں بھی انہیں ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع نہیں دیتیں۔ خصوصاً بڑی طاقتیں یعنی اہل مغرب کبھی یہ گوارہ نہیں کریں گے۔ کہ اسلامی ممالک خود کفیل ہوں اور وہ ترقی کے میدان میں مغربی ممالک کا مقابلہ کر سکیں۔ کچھ عرصہ قبل کی بات ہے۔ کہ ازبکستان کے صدر نے ایک بار کہا تھا کہ ازبکستان میں تیل اور گیس کے بھاری ذخائر موجود ہیں۔ اور افغانستان اور پاکستان کے راستے گیس کی پائپ لائن کو بحر ہند تک بچھایا جا سکتا ہے۔

ازبکستان، جو بخارا اور خیوا کی سابق سلطنتوں پر مشتمل ہے۔ معدنی دولت سے مالا مال ہے اور دور تھا کہ بخارا نے ساری دنیا سے علم و ہنر کا لوہا منوایا تھا۔ بخارا کے محدثین، اماموں، فضلاء، حکماء اور سائنسدانوں نے آخری وقت تک اسلام اور اسلامی علوم کی ترقی اور ترویج کے لئے کوششیں کیں۔ اور اس سلسلے میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔ اسلامی زندگی اور علم و فنون پر لاکھوں کتابیں لکھی گئیں۔ بخارا میں ایسی متعدد

لائبریریاں موجود تھیں جن میں قرآن پاک کے کئی قلمی اور نادر نسخے موجود تھے۔ مساجد کی تعداد ہزاروں تھی اور ہزاروں علماء، خطباء اور عالم فاضل اس سرزمین پر موجود تھے۔ بخارا علم و ہنر کا گہوارہ تھا۔ ایک فارسی شعر کے مطابق

بخارا مظہر دین عرب بود

بخارا مخزن علم و ہنر بود

زار روس کے خلاف انقلاب کے بعد جب کمیونسٹوں نے اقتدار پر قبضہ جمالیا تو انہوں نے اسلام کو اپنے مقاصد کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ سمجھ کر خیوا اور بخارا کی سلطنتوں پر حملہ کر دیا۔ اور اندرونی غداروں اور جدت پسندوں کے تعاون سے انہیں شکست دے دی۔ ہزاروں علماء کو قتل کیا گیا۔ مساجد اور دینی مدرسوں کو تباہ کر دیا گیا۔ اور علوم و فنون کی لاکھوں کتابوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ ۳۲ لاکھ دینی کتابیں جن میں بجاری تعداد قلمی کتابوں اور نسخوں کی تھی کئی روز تک جلتی رہیں۔ کمیونسٹ ہوں، یہود و نصارا یا گئو ماتا کے پجاری مسلمانوں کا اتحاد یا اسلام کی سربلندی کسی کو بھی گوارا نہیں۔ جبکہ خود اسلامی ممالک بھی اس سلسلے میں غافل نظر آتے ہیں۔ ان میں اکثر متحد ہو کر اسلام دشمنوں کا مقابلہ کرنا تو درکنار ظلم و جبر اور استحصال کے خلاف آواز اٹھانے کی بھی ہمت نہیں کرتے۔

چیچنیا کی چھوٹی سی ریاست کا مسئلہ سب کے سامنے ہے جس کی آبادی چند لاکھ سے زیادہ نہیں ہے لیکن روس اپنی زبردست طاقت کے بل بوتے پر چڑھ دوڑا ہے۔ مگر چیچنیا کے حریت پسندوں کو داد دیجئے کہ وہ سروں پر کفن باندھ کر اس بڑی طاقت سے بھڑ گئے ہیں۔ حالانکہ غیروں کی تو بات ہی کیا۔ پاکستان کے سوا کسی مسلمان ملک کو بھی روس کے خلاف آواز بلند کرنے اور اس جارحیت کی مذمت کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

یورپ کے بیچوں بیچ واقع چھوٹے سے مسلم ملک بوسنیا کا مسئلہ اور بھی پریشان کن ہے۔ سربوں نے بار بار جنگ بندی کی کوشش کرتے ہیں مگر مغربی طاقتوں کی شہ پر انہیں ہر بار توڑ ڈالا ہے۔ اور مسلمانوں پر مظالم ڈھائے گئے ہیں۔ ان کی اس مہذب دنیا میں کوئی مثال نہیں۔ اس کے باوجود انسانی حقوق کی علمبردار

کسی یورپی ملک نے سربوں کی مذمت تک نہیں کی۔ بلکہ برطانوی وزیر اعظم جان میجر نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ یورپ کے درمیان ایک مسلم ملک کی موجودگی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ کشمیر کے مسئلے کو ہی لیجئے۔ اقوام متحدہ گزشتہ ۴۷ برس میں بھارت سے اپنی قرارداد پر عملدر آمد نہیں کرا سکتی۔ اور کشمیری کشمیر کے معاملے میں اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ بھارت کی غلامی سے نجات کے لئے کی جانے والی جدو جہد میں ہزاروں کشمیری شہید ہو چکے ہیں۔ ہزاروں جیلوں میں بند ہیں۔ بے شمار بستیاں جلا دی گئی ہیں لیکن اقوام متحدہ مصلحتوں کا شکار ہے اور بھارت کو من مانی کی چھٹی ملی ہوتی ہے۔ لہذا یہ ساری صورت حال اس امر کی مقتضی ہے کہ اسلامی ممالک اس سلسلے میں سود و زیاں کا احساس کریں اور دوسروں پر تکیہ رکھنے اور ان کے اشاروں پر چلنے کی بجائے اپنی تقدیر کو خود بنانے اور اپنے مستقبل کو خود ہی سنوارنے کی کوشش کریں۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حکومت نے مسئلہ کشمیر کو پوری دنیا میں اجاگر کر دیا ہے اور پورا عالم بھارت کی کشمیریوں پر مظالم اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے آگاہ ہو چکا ہے لیکن اپنے مؤقف میں شدت پیدا کرنے اور اسے نتیجہ خیز بنانے کے لئے قومی اتحاد اور یکجہتی ضروری ہے۔ حزب اختلاف کے رہنماؤں کو اس صورتحال کا احساس کر لینا چاہیے۔

بقیہ ص ۴۶

تھی تسخیر کائنات کی کہ جس کے حصول کے لئے صاحبان دانش و حکمت شب و روز کوشاں ہیں۔ کائنات کو مسخر کرنے کی سعی و جہد عین منشاء ایزدی کے مطابق ہے۔ اس ضمن میں قرآن حکیم میں کئی آیات کریمہ موجود ہیں جن میں واضح طور پر خالق کائنات نے کائنات کے اندر پائی جانے والی ہر چیز کو مسخر کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

ملفوظات غوث اعظم

سید نور الحسنین قادری گیلانی

حضرت پیران پیر، غوث اعظم دستگیر، قطب ربانی، محبوب سبحانی، قندیل نورانی، شہباز لامکانی، ں یزدانی ابو محمد محی الدین سید شیخ عبدالقادر، الحسنی الحسینی الگیلانی رضی اللہ عنہ نے زہد و تصوف حقیقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ر محمدی :۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے "جب کوئی خوشبو ان کی ناک میں ں تو وہ اپنی ناک بند کر لیا کرتے اور فرماتے یہ بھی دنیا ہی ہے" اپنے قول و فعل میں زہد کا ی کرنے والو! یہ تم پر حجت ہے۔ تم نے کپڑے تو زاہدوں کے سے پہن لئے ہیں اور ارے دلوں میں دنیاوی خواہشات بھری ہوئی ہیں اگر تم ان کپڑوں کو اتار دیتے اور جو رغبت ارے دلوں میں ہے اسے ظاہر کر دیتے تو نفاق دور ہو جاتا۔ جو شخص سچا زاہد ہوتا ہے اس کے ں کا مقسوم آتا ہے تو لے لیتا ہے (لیکن دنیا کے پیچھے نہیں پھرتا) ظاہر میں نفع اٹھاتا ہے لیکن ں کا دل تمام چیزوں سے بے نیاز رہتا ہے اسی لئے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں میری محبوب بنائی گئی ہیں۔ خوشبو عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے"۔ آپ زہد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے تمام انبیاء ہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن آپ نے اوپر کی حدیث میں ان چیزوں کا محبوب ہونا ہر فرمایا تو اس لئے کہ ان کا محبوب ہونا تقدیر الٰہی تھا اور خدا کا حکم بجا لانا عین اطاعت ہے۔ شخص اپنا مقسوم اس طریقہ سے لے گا وہ بھی اطاعت ہی ہے۔ اگرچہ ساری دنیا ہی سے فائدہ وں نہ اٹھائے۔

اہدان بے علم :۔ اے جاہل زاہدو! سنو اور اس کی تصدیق کرو تکذیب نہ کرو۔ اس زہد ری کو سیکھو اور اپنی جہالت سے (عطیات الٰہی کے ترک کو زہد سمجھ کر) تقدیر یعنی عطیات کو رد کرنے لگو۔ (یہ تقدیر الٰہی کو مخالف بنانا ہے اور یہ بڑی معصیت ہے) جو شخص اپنی جہالت اور و رائی کے باعث بڑوں کے مشوروں سے بے نیاز ہو کر اپنے نفس اپنی خواہش اور شیطان کی ت پر عمل کرتا ہے وہ ابلیس کا بندہ اور اسی کا تابع ہے کہ اس کو اپنا مرشد بنا لیا ہے

دلوں کی تاریکی:۔ نادانو اور منافقو! تمہارے دل کتنے سیاہ اور تمہاری بو کس قدر گندی اور تمہاری زبانوں کی بک بک کتنی زیادہ ہے جس بدحالی میں تم مبتلا ہو اس سے توبہ کرو خدائے برتر اور اس کے اولیاء پر جن کو وہ محبوب سمجھتا ہے اور وہ اس کو محبوب سمجھتے ہیں' طعن کرنا چھوڑ دو۔ اور مقسوم لینے میں ان پر اعتراض نہ کرو کیونکہ وہ (اپنا مقسوم) حکمتاً لے رہے ہیں خواہش نفس سے نہیں۔ ان کے پاس خدا تعالیٰ کی محبت' اس کا شوق' اس کے سوا ہر چیز میں بے رغبتی اور ظاہرو باطن کا سب سے رخ پھیر لینا شدت سے موجود ہے۔ لیکن خدا کے علم میں جو چیزیں ان کی قسمت میں پہلے ہی لکھی جا چکی ہیں ان کا استعمال کئے بغیر چارہ نہیں ان کے لئے دنیا میں قیام اور اس عالم میں رہنا اور اپنے مقسوم سے منتفع ہونا اور جو حق تعالیٰ کے اور ان کے جھٹلانے والے ہیں' ان کو دیکھنا ایک سخت ترین عذاب ہے (لیکن وہ راضی برضا ہیں)

ایک آیت کی تفسیر:۔ اے عزیز! جب تک تو اپنے نفس اور اپنی خواہش کے ساتھ قائم ہے' کلام کے لحاظ سے مرجا۔ (یعنی وعظ مت کہہ) جب خدا تعالیٰ تجھ سے کوئی کام لینے کا ارادہ کرے گا تو تجھ کو خود ہی تیار کردے گا۔ وہ جب چاہے گا تجھ کو زندہ کرے گا اور اہلیت عطا فرمائے گا۔ اور تجھ کو (ناصحانہ کلام کے لئے) قائم کردے گا۔ (اس وقت) ظاہر کرنے والا وہی ہوگا نہ کہ تو خود۔ اپنے نفس اپنے کلام اور اپنے تمام حالات کو اس کی تقدیر کے حوالے کردے اور خود اس کے کام میں لگ جا' عمل بن جا' بغیر گفتگو کے' اخلاص بن جا بغیر ریا کے' سرتاپا توحید بن جا بغیر شرک کے' گمنامی بن جا بغیر چرچا کے' خلوت بن جا بغیر جلوت کے اور باطن بن جا بغیر ظاہر کے اور ارادہ کو باطل کر کے اصلاح باطن میں مصروف ہوجا تو اپنے قول ایاک نعبدو وایاک نستعین میں خدا تعالیٰ کو خطاب کرتا اور اس کی طرف اشارہ کرتا ہے (کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں) یہ (لفظ یعنی "تجھی کو") خطاب ہے حاضر کے لئے یعنی اے وہ ذات جو میرے سامنے موجود ہے' اے وہ ذات جو مجھ سے واقف اور میرے قریب ہے اور اے وہ ذات جس پر میرے تمام حالات منکشف ہیں تو اپنی نماز میں اور اس کے علاوہ ہر حالت میں اسی طرح اور اسی نیت سے اس کو مخاطب کیا کر۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اللہ کی عبادت اس طرح کیا کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے"

تصوف کیا ہے؟:۔ عزیزم! حلال کھانے سے اپنے قلب کی صفائی کر۔ اس طرح حق تعالیٰ کی معرفت یقیناً حاصل ہوجائے گی۔ اپنی غذا لباس اور دل کو پاک کر۔ اس طرح تو (صوفی) صافی بن جائے گا۔ تصوف لفظ صفا سے مشتق ہے (صوف سے نہیں) پس اے وہ شخص جس نے

(صوفی بننے کی غرض سے) صوف پہن رکھا ہے سچے صوفی کا دل ماسوا سے پاک ہوتا ہے اور یہ چیز (رنگ کر) کپڑوں کو بدلنے' چہروں کو زرد بنانے (اور تصنع سے پیروں کی طرح) کندھے اکٹھا کرنے اور (واعظ بن کر) بزرگوں کی حکایات سنانے میں زبان چلانے اور تسبیح پھیرنے سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ یہ طلب حق میں صادق بننے' دنیا سے بے رغبتی رکھنے' مخلوق کو قلب سے خارج کرنے اور ترک ماسوا سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک بزرگ سے منقول ہے ایک رات میں نے عرض کیا کہ خداوندا! ان (نعمتوں کو مجھ سے نہ روک جن کے (ملنے سے) میرا تو فائدہ ہے اور تیرا کچھ نقصان نہیں" بار بار یہی دعا مانگی پھر سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا جیسے کوئی کہنے والا یوں کہتا ہے "تو بھی تو ایسے عمل سے باز نہ رہ جس میں تیرا نفع ہے اور ایسے عمل سے باز آجا جس میں تیرا نقصان ہے"۔

صحیح نسبت دوستو! جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی نسبت درست کرو۔ جس کے لئے آپ کا اتباع صحیح ہو جاتا ہے اس کی نسبت بھی صحیح ہو جاتی ہے اور اتباع کے بغیر تیرا یہ کہنا کہ میں آپ کا امتی ہوں تجھے کوئی فائدہ نہ دے گا۔ جب تم آپ ﷺ کے اقوال و افعال میں آپ ﷺ کے تبع بن جاؤ گے تو دار آخرت میں تم کو آپ ﷺ کی معیت نصیب ہوگی۔ کیا تم نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔ "پیغمبر ﷺ جو کچھ تم کو دیں' اس کو لو اور جس سے باز رکھے اس سے باز آجاؤ۔" آپ ﷺ جس چیز کا حکم دیں' اس کی تعمیل کرو اور جس چیز سے بھی منع فرمائیں اس سے باز رہو' یقیناً دنیا میں قلوب کی رو سے قربت حق حاصل کرو گے اور آخرت میں اجسام و نفوس کے اعتبار سے قربت حاصل ہوگی۔

زہد خالص :۔ اے زاہدو! تم خالص زہد اختیار نہیں کرتے۔ اپنے نفس اور خواہشات کے موافق زاہد بنتے ہو اور اپنی رائے کو صحیح سمجھتے ہو۔ متابعت اختیار کرو' ان مشائخ و عارفین کی صحبت اختیار کرو جو عالم باعمل ہیں اور بغیر کسی لالچ کے مخلوق کو نصیحت کرتے ہیں۔ وہ تم سے بے نیاز ہو کر دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہیں اور ان کے دلوں سے (دنیا کی) طمع نکل گئی ہے وہ صرف خدا کی طرف متوجہ ہیں' اس کے سوا سب سے روگرداں۔

حماقت کا جنگل :۔ عزیزم! اس سے قبل (کہ تیری موت کے بعد) تیرا جانشین تیری جگہ لے' اپنے دل سے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو' تو صالحین کے تذکرے اور ان کے حالات کے بیان اور ان جیسا ہونے کی تمنا ہی پر قانع ہو بیٹھا ہے۔ (یہ تو وہی مثال ہوئی) جیسے کوئی شخص پانی کو مٹھی میں لے اور یہ سمجھے کہ بہت کچھ ہاتھ آگیا۔ لیکن جب مٹھی کھولے تو کچھ نہ پائے۔ تجھ پر افسوس! صرف تمنا اور آرزو تو حماقت کا جنگل ہے۔ جناب رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ "تمنا سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ وہ حماقت کا جنگل ہے" تو کام تو اہل شر کے سے کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے اہل خیر کے درجات کی؟ جس شخص کی امید خوف پر غالب آئی' وہ زندیق ہوگیا اور جس کا خوف امید پر غالب آیا' وہ نا امید ہوگیا۔ پس سلامتی ان دونوں حالتوں کے اعتدال میں ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مومن کے خوف اور امید کو اگر وزن کیا جائے تو یقیناً دونوں برابر نکلیں گے" ایک بزرگ کا بیان ہے کہ' "میں نے سفیان ثوری رحمت اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک پاؤں پل صراط پر رکھا اور دوسرا جنت میں (کہ پار کرنے میں دیر نہ لگی) ان پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو واقعی وہ ایک بڑے فقیہہ اور بڑے زاہد و متقی تھے۔ علم بھی سیکھا اور اس پر عمل بھی کیا۔ علم پر عمل کر کے علم کا حق ادا کیا اور عمل میں اخلاص سے کام لے کر عمل کا حق ادا کیا۔ پس حق تعالیٰ نے ان کو اپنی خوشنودی بخشی کیونکہ انہوں نے اسی کو اپنا مقصود بنایا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی بھی آپ ﷺ کا اتباع کر کے حاصل کی ان پر تمام صالحین اور ان کے ساتھ ہم پر بھی خدا کی رحمت نازل ہو۔ جو شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی پیروی نہ کرے اور ایک ہاتھ میں آپ ﷺ کی شریعت اور دوسرے ہاتھ میں آپ ﷺ کی کتاب (قرآن) جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی تھی نہ لے اور آپ ﷺ کے راستے پر خداوند تعالیٰ کی طرف نہ چلے تو وہ ضرور ہلاک اور گمراہ ہوگا۔ یہی دونوں چیزیں یعنی قرآن و سنت خدا تک پہنچانے والی ہیں۔ قرآن خداوند تعالیٰ تک پہنچانے میں تیرا رہنما ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے میں تیری رہنمائی کرتی ہے۔

اے اللہ تبارک و تعالیٰ تو ہمارے اور ہماری خواہشات نفسانی کے درمیان فاصلہ بڑھا دے اور ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

انوار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

مدیر اعلیٰ

حدیث ۵۱ - ۷ اخبرنی زکریا بن یحیی (۱) قال حدثنا ابن ابی الشوارب (۲) قال حدثنا حماد بن زید (۳) عن علی بن زید (۴) عن سعید بن المسیب (۵) عن عامر بن سعد (۶) عن سعد (۷) عن رسول اللہ ﷺ قال لعلی انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ غیر انہ لا نبی بعدی فاحببت ان اشافہ ذلک سعدا فاتیة فقلت ما حدیث حدثنی بہ عنک عامر فادخل اصبعیہ فی اذنیہ وقال سمعتہ من رسول اللہ ﷺ والا فسکتا۔

ترجمہ سعد سے روایت ہے یہ کہ رسول کریم ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تو رتبہ میں میرے اتنا نزدیک ہے جتنا ہارون موسیٰ کے نزدیک تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں۔ سعید بن المسیب نے کہا کہ میں نے یہ بات بہت پسند کی کہ سعد کے منہ سے اس حدیث کی تصدیق کراؤں، تو میں ان کے پاس آیا، میں نے کہا کہ کیا عامر نے آپ سے جو روایت کی ہے وہ حدیث ہے؟ پس اس نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں ڈالیں اور کہا کہ میں نے خود حضور رسول کریم ﷺ سے سنا ہے، ورنہ میرے کان خاموش ہو جائیں۔

حل لغت اشافہ روبرو ہو کر پوچھوں۔

تشریح:۔ ارشاد ہے۔ "میں نے یہ بات بہت پسند کی کہ سعد کے منہ سے اس حدیث کی تصدیق کراؤں" یعنی ان سے بذات خود یہ حدیث سنوں۔ ارشاد ہے "کہ کیا عامر نے آپ سے جو روایت کی ہے وہ حدیث ہے"۔ یعنی سعید بن المسیب جناب سعد کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ یہ حدیث واقعی صحیح اور درست ہے۔ ارشاد ہے۔ "ورنہ میرے کان خاموش ہو جائیں" یعنی بہرے ہو جائیں کچھ نہ سن سکیں۔ وقد روی ہذا الحدیث شعبة عن علی عن زید فلم یذکر عامر بن سعد

حدیث ۵۲ - ۸ اخبرنی محمد بن وہب الحرانی (۱) قال حدثنا مسکین بن بکیر الحرانی (۲) قال حدثنا شعبة (۳) عن علی بن زید (۴) قال

سمعت سعید بن المسیب(۵) یحدث عن سعد(٦) ان رسول اللہ ﷺ
قال لعلی الا ترضی ان تکون منی بمنزلة ہارون من موسیٰ فقال اول م
رضیت رضیت فسالته بعد ذالک فقال بلی بلی

ترجمہ سعد سے روایت ہے یہ کہ رسول کریم ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرما
آیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیرا رتبہ میرے نزدیک ایسا ہو جیسے ہارون علیہ السلام کا موسیٰ ع
السلام کے نزدیک تھا۔ تو جناب علی نے کہا کہ میں سب سے پہلے راضی ہوں راضی ہوں۔ پھر میں نے
حدیث سننے کے بعد سعد سے پوچھی تو انہوں نے کہا ہاں ہاں۔

تشریح ارشاد ہے "پھر میں نے اس حدیث کے سننے کے بعد سعد سے یہ حدیث پوچھی تو انہوں
کہا ہاں ہاں" یعنی یہ حدیث بالکل صحیح اور درست ہے۔ اسنادہ صحیح۔ تہذیب خصائص الا
علی (از ابو اسحاق الحوینی الاثری الحجازی بن محمد بن شریف' مطبو
دار لکتب العلمیہ بیروت ص ۵٦
قال ابو عبدالرحمن فاعلمت ان احداً تابع عبدالعزیز الماجشون علی روای
عن محمد بن المنکدر عن سعید علی ان ابراہیم بن سعد قدروی ھ
الحدیث عن ابیه

حدیث ۵۳ - ۹ انبانا محمد بن بشار البصری(۱) قال حدثنا محمد(۲
یعنی ابن جعفر غندراً قال اخبرنا شعبة(۳) عن سعد ابن ابراھیم(۴) قا
سمعت ابراھیم بن سعد(۵) یحدث عن ابیه(٦) عن النبی ﷺ انه قا
لعلی اما ترضی ان تکون منی بمنزلته ھارون من موسیٰ

ترجمہ سعد سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جناب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وج
الکریم کو فرمایا کہ آیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیرا رتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسا کہ ہارون کا ر
موسیٰ کے نزدیک تھا۔

اسنادہ صحیح یعنی اس کی سند صحیح ہے (تہذیب خصائص ص ۵٦ صحیح علی
شرط الشیخین (خصائص امیر المومنین علی ابن ابی طالب تحقیق و تخریج

حمد میرین البلوشی مکتبنه المعلا الکویت ص ۷۲)

حدیث ۵۴ ـ ۱۰ انباء نا عبیداللہ بن سعد البغدادی(۱) قال حدثنا عمر (۲) قال حدثنا ابی(۳) عن ابن اسحق(۴) قال حدثنا محمد بن طلحتہ بن زید بن رکانته(۵) عن ابراھیم بن سعد بن ابی وقاص(۶) عن ابیہ(۷) انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول لعلی حین خلفه فی غزوۃ تبوک علی اھله الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلته ھارون من موسیٰ الا نه لانبی بعدی۔

ترجمہ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے یہ کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ حضور کرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا ے جب کہ اپنے اہل پر غزوۂ تبوک میں اپنا نائب بنایا۔ کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ تیرا رتبہ میرے نزدیک ایسا ہو جیسا کہ ہارون کا رتبہ موسیٰ کے نزدیک تھا مگر یہ کہ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں!

صحیح علی شرط الشیخین (احمد میرین البلوشی' خصائص امیر المؤمنین ص ۷۲)

اسماء الرجال حدیث ۵۱ ـ ۷

۱ ـ ۱ زکریا بن یحیی :۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۹ ـ ۱

۲ ـ ۲ ابن ابی الشوارب :۔ اس کا نام محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب الاموی بن البصری ہے اور ابی الشوارب کا نام محمد بن عبدالرحمن بن ابی عثمان ہے۔ صدوق ہے اور طبقہ العاشرہ کے کبار سے ہے۔ ۲۴۴ھ میں وفات پائی۔ (التقریب ص ۳۰۹)

۳ ـ ۳ حماد بن زید :۔ حماد بن زید بن درہم الدزدی الجهنی کی کنیت ابو اسماعیل ہے ثقہ' ثبت اور فقیہ ہے۔ طبقہ الثامنہ کے کبار سے ہے۔ ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ (التقریب ص ۱)

۴ ـ ۴ علی بن زید :۔ علی بن زید بن عبداللہ بن زہیر بن عبداللہ بن جدعان التیمی البصری دراصل حجازی ہے اور عام طور پر علی بن جدعان کے نام سے معروف ہے۔ طبقہ رابعہ سے ہے۔ ۱۳۱ھ میں وفات پائی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے قبل فوت ہوا۔ (التقریب

ص ۲۴۶

۵۱ - ۵ سعید بن المسیب۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۴۵ - ۵

۵۱ - ۶ عامر بن سعد۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص الزہری المدنی ثقہ طبقہ الثالثہ سے ہے۔ ۱۰۴ھ میں فوت ہوا۔ (التقریب ص (۱۶۰))

۵۱ - ۷ سعد۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۸ - ۶

اسماء الرجال حدیث ۵۲ - ۸

۵۲ - ۱ محمد بن وھب۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۴۳ - ۳

۵۲ - ۲ مسکین بن بکیر۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۴۳ - ۴

۵۲ - ۳ شعبہ۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۱ - ۳

۵۲ - ۴ علی بن زید۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۵۱ - ۴

۵۲ - ۵ سعید بن المسیب۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۴۵ - ۵

۵۲ - ۶ سعد۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۸ - ۶

اسماء الرجال حدیث ۵۳ - ۹

۵۳ - ۱ محمد بن بشار البصری۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۱۵ - ۱

۵۳ - ۲ محمد بن جعفر غندر۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۳ - ۲

۵۳ - ۳ - شعبۃ۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۱ - ۳

۵۳ - ۴ سعد بن ابراہیم۔ سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری کی کنیت ابو اسحاق بغدادی ہے' ثقہ ہے' واسط میں قضا کے عہدے پر فائز رہا' طبقۃ التاسعہ سے ہے' ۲۰۱ ھ میں فوت ہوا۔ (التقریب ص (۱۱۷)

۵۳ - ۵ ابراہیم بن سعد۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۳۹ - ۵

۵۳ - ۶ ابیہ۔ (سعد بن ابی وقاص)۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال۔ حدیث ۸ - ۶

اسماء الرجال حدیث ۵۴ - ۱۰

۵۴ - ۱ عبیداللہ بن سعد:۔ عبیداللہ بن سعد بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری ہے۔ ابوالفضل بغدادی کنیت ہے' اصبہان (اصفہان) کا قاضی تھا۔ ثقہ ہے' طبقہ الہادیہ عشرۃ سے ہے' ۲۶۰ھ میں فوت ہوا' (التقریب ص ۲۲۵)

۵۴ - ۲ عمر (بن عبدالوھاب):۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال' حدیث ۲۱ - ۲

۵۴ - ۳ ابی:۔ یہ عمر کے والد عبدالوھاب بن عبدالمجید بن الصلت ثقفی ہے' ابو محمد بصری کنیت ہے' ثقہ ہے' تغیر قبل موتہ بثلث سنین طبقہ الثامنۃ سے ہے۔ ۱۸۴ھ یا ۱۹۴ھ میں وفات پائی۔ (التقریب ص ۲۲۲)

۵۴ - ۴ ابن اسحاق:۔ اس کا نام محمد بن اسحاق بن یسار ہے' کنیت ابوبکر ہے' عراق میں رہتا تھا' امام المغازی اور صدوق ہے' نیز مدلس اور رمی بالتشیع والقدر ہے' طبقہ الخامسہ کے صغار سے ہے' ۱۵۰ھ میں یا اس کے بعد وفات پائی۔ (التقریب۔ ص ۲۹۰)

۵۴ - ۵ محمد بن طلحۃ:۔ محمد بن طلحہ بن یزید بن رکانۃ المطلبی المکی ثقہ ہے' طبقۃ السادستہ سے ہے' ۱۱۱ھ میں وفات پائی۔ ((التقریب ص ۳۰۳)

۵۴ - ۶ ابراہیم بن سعد:۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال' حدیث ۳۹ - ۵

۵۴ - ۷ ابیہ:۔ (سعد بن ابی وقاص) ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۸ - ۶

بقیہ ص ۶۴

پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی طفیل انہیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم و معرفت کے اس چراغ کو روشن رکھیں تاکہ اس کی نورانیت ہزارہ اور ملک کے دیگر حصوں میں پھیلتی رہی آمین ثم آمین۔

گزشتہ سے پیوستہ

سیر السلوک الیٰ ملک الملوک

مدیر اعلیٰ

اور جب مرید اپنے نفس کی موافقت کرے اور اس کی مرضی پر چلے۔ نیز جب کبھی اسے اپنے بھائیوں میں سے کسی کی طرف سے تکلیف پہنچے تو وہ اپنے نفس کی امداد و حمایت کرے تو یہ طریقت کے لائق نہیں بلکہ طریقت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا۔ پس شیخ پر واجب ہے کہ وہ اسے دنیاوی کام کی طرف واپس لوٹا دے کیونکہ نفس (امارہ) اور اس کی عادات کی مخالفت طریقت کی بنیاد ہے۔ لہٰذا اگر اس بنیاد کے بغیر طریقت کا آغاز کیا جائے گا تو کبھی کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ اور اس گفتگو سے یہ لازم (مراد) نہیں کہ جو مرید طریقت کا اہل ہو گا تو اس سے کبھی کوئی برائی سرزد نہیں ہوگی بلکہ بعض اوقات اس سے بھی برے (قبیح) افعال کا صدور ہو سکتا ہے اس لئے وہ ابھی (درجہ) کمال کو نہیں پہنچا بلکہ کامل ہونے کی طلب اور حصول میں کوشاں ہے۔ چنانچہ اس عرصے میں اسے اعمال قبیحہ کا صدور ممکن ہے۔ اور اس بیان سے ہماری مراد یہ ہے کہ جب اس سے کوئی مکروہ فعل ظہور پذیر ہوتا ہے تو وہ اس پر خوش ہونے کی بجائے اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اس پر حجت قائم کرتا ہے اور اس کی تائید و حمایت میں کسی بھی قسم کے ظاہری و پوشیدہ سبب کو پیش نہیں کرتا۔

اور اسی طرح مرشد جب دیکھے کہ مرید مجاہدات و ریاضات کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے دنیاوی کام کی طرف واپس لوٹا دے۔ اگر مرشد ایسے مرید کو کام کاج کا حکم نہیں کرتا تو وہ بددیانتی کا مرتکب ہوتا ہے حالانکہ مرشد سے بددیانتی کی توقع نہیں کی جا سکتی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو بددیانتی کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں" البتہ اگر مرشد کو خادم کی ضرورت ہو تو وہ ریاضات و مجاہدات کی طاقت نہ رکھنے والے فقراء میں سے کسی کو اپنی خدمت پر مامور کر سکتا ہے لیکن مرشد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اسے یہ بات سمجھا دے کہ وہ (خادم) اہل طریقت کے مقربین سالکوں میں سے نہیں ہے کیونکہ ان مقربین کی طریقت کا دارومدار ریاضات و مجاہدات پر ہے۔

لہٰذا مرید کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنے نفس کی کیفیت کو دیکھے کہ کیا اس میں اہل مرید کے اوصاف موجود ہیں یا نہیں پھر مرشد کے احوال پر نظر ڈالے کہ مرشد کے اوصاف ذکر کئے گئے ہیں۔ یہ ان اوصاف سے متصف ہے اگر اپنے آپ کو اور مرشد کو بھی ان اوصاف سے آراستہ پائے تو پھر اس پر لازمی ہے کہ وہ سلوک کی راہ اختیار کرے، طبیعت کی قید سے خلاصی حاصل کرے اور کامل ترین صفات کی طرف ترقی پانے کی کوشش کرے۔ اگر اس میں مدت مدید لگ جائے تو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ مقام طریقت کے حصول کے لئے یہ ضروری ہے۔

پس اگر کوئی اپنے آپ میں اہل مرید ہونے کی صفات پالے لیکن اسے مرشد کامل میسر نہ ہو تو وہ شریعت مطہرہ کو مضبوطی سے تھام کر از خود سلوک پر چلنا شروع کردے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ، اخلاق عالیہ اور اسوہ حسنہ کا مطالعہ کرے اور شریعت پر کاربند رہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق واوصاف کو اپناتا چلا جائے۔

یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ شیطان ایسے مرید سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں ہوتا اور اس پر قابو پانے کے لئے وہ بے شمار دروازوں سے اس پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے۔ ان میں سے چند دروازے یہ ہیں جن سے ہوتے ہوئے شیطان اس کے پاس آتا ہے۔ یعنی ان طریقوں سے شیطان اس کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے جب تک مرید نفس امارہ کے مقام پر ہوتا ہے تو شیطان آکر اسے کہتا ہے کہ تجھے اس طریقت پر چلنے سے کیا حاصل ہوگا کیونکہ اہل طریقت حضرات فوت ہوچکے ہیں اور انہوں نے سوائے عبادت کے باقی کچھ بھی نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ صاحبان حال و کرامت رہے ہیں سب کے سب انتقال کر گئے پس تم ان (موجودہ مشائخ) سے الگ ہو جاؤ اور ظاہری شریعت پر چلو۔

پس اگر مرید نے شیطان کی اس بات پر توجہ دی اور پست ہمت ہو کر سلوک سے منہ پھیر ل
لعین (شیطان) پھر اس کے پاس آکر اسے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ پسند فرماتا ہے کہ اس کی طرف
دی گئی رخصت پر عمل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی کو ہر گز پسند نہیں فرماتا۔ لہٰذا اپنے نفس پر
نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ دین میں تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں ہے چنانچہ جب مر
باتیں سن کر رخصت پر عمل پیرا ہوتا ہے تو شبہات میں پڑجاتا ہے جو حرام و حلال کے درمیان ہو
ہیں اور جو شبہات میں پڑجائے تو وہ حرام کے حصار میں آکر اس کے قریب ہوجاتا ہے اور شبہات
پڑنے کے باعث قلب پر ظلمت چھا جاتی ہے اور جب دل سیاہ ہوجائے تو وہ حرام میں پھنس جاتا ہے
حرام میں گرفتار ہو کر ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوجاتا ہے

اس لئے جس نے حرام سے اپنا پیٹ بھرا تو اس کے دل میں حرام فعل ہی کے ارتکاب کا خیال
ہوتا ہے۔ جب وہ بولتا ہے تو غیبت کرتا ہے، چغلی کھاتا اور اسی طرح کے دیگر برے خیالات اور خرا
اس سے ظہور پزیر ہوتی ہیں۔ جب ہاتھ کو حرکت دیتا ہے تو اسے حرام کام کی طرف بڑھاتا ہے
قدم اٹھاتا ہے تو حرام کی طرف چلتا ہے جب کوئی آواز سنتا ہے تو حرام ہی کی طرف کان دھرتا ہے
شیطان تو یہی چاہتا ہے۔

نیز شیطان جن دروازوں سے مرید پر حملہ آور ہوتا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ مرید جو
اعمال کرتے ہیں شیطان انہیں بہت آراستہ اور خوشنما بنا کر ان کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس
ان کے دلوں میں خود بینی پیدا کر دیتا ہے پھر انہیں یہ بھی کہتا ہے کہ تم نے نہایت ہی صحیح عمل
ہیں۔ تمہیں علم کی کوئی حاجت نہیں اور نہ تمہیں علماء کی نصیحت کی ضرورت ہے اس لئے کہ علما
نصیحت کو قبول نہیں کرتے اور جتنا تم جانتے ہو اس علم کا دسواں حصہ بھی علما کو حاصل نہیں تو تم
ان کی نصیحت کو سنو۔ جب یہ خود بینی ان کے دلوں پر جم جاتی ہے تو وہ اپنے آپ کو اعلیٰ اور دو
کو ادنیٰ سمجھنے لگتے ہیں اور لوگوں کے متعلق برا گمان کرنے لگتے ہیں۔ علماء کے وعظ و نصیحت پ
نہیں دیتے جس کے باعث جہالت کے سمندر میں غرق ہوجاتے ہیں اس کی ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ
ہیں۔

اور شیطان جن دروازوں سے حملہ آور ہوتا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے پاس آکر ا
کہتا ہے کہ تم کیسے نیکی کا دعویٰ کرتے ہوئے نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ
محبت کا دم بھرتے ہو جبکہ تم نے حج بیت اللہ اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت
کی۔ حالانکہ یہ محبت کرنے والوں کی شان کے خلاف ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور حج کے
روانہ ہوجاؤ اگر تمہارے اوراد میں نماز، روزہ اور اذکار وغیرہ شامل ہوں تو راستے میں یہ بھی کرتے
اور اس طرح حج اور اوراد دونوں کے ثواب جمع کر لوگے۔ پس اگر انہوں نے شیطان کے اس وسو

ں رغبت اختیار کی اور فقر و ناداری کی حالت میں زاد راہ کی قلت اور سواری کے بغیر حج کے لئے ر ہوئے تو انہوں نے اپنے جسموں کو خواہ مخواہ تکلیف میں مبتلا کیا اور اگر راستے میں اس عبادت کو نہ کرسکے جو وہ اپنے گھروں میں قیام کے وقت بغیر تھکاوٹ کے کیا کرتے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ ں سفر کے دوران تھکان کے باعث عبادت کی اس طرح طاقت نہیں رکھتا جو کہ اسے اپنے گھر میں ت کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ پس اگر ان کی تھکاوٹ بڑھ جائے اور وہ سفر کی مشکلات سے تنگ یں تو پھر لعین (شیطان) ان کے پاس آتا ہے اور انہیں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو عبادت کی قضا بھی فرماتا ہے لہٰذا تم اپنے آپ کو اس قدر کیوں تکلیف دے رہے ہو۔ اور وہ بوجھ کیوں اٹھاتے ہو ی تم طاقت نہیں رکھتے۔

یس تم سے جو نمازیں قضا ہوجائیں تو مکہ مکرمہ میں ان کی قضا پڑھ لینا۔ تو وہ اپنی کمزوری کی وجہ شیطان کی یہ بات مان لیتے ہیں اور نماز کی ادائیگی میں سستی کرنے لگتے ہیں جب وہ بھوک میں مبتلا یں اور ان کے اخلاق بگڑنے لگیں تو لعین (شیطان) ان کے پاس آکر انہیں کہتا ہے کہ تم تو محتاج ر محتاج پر حج فرض نہیں بلکہ اغنیاء پر فرض ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ شیطان نے ے دل میں خدشات اور وسوسے پیدا کئے۔ جن کی بدولت تم حج کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ لہٰذا تم ان امت اختیار کرو اور حج کے ارادے سے باز آجاؤ چنانچہ اس طرح ان کے دل سیاہ ہوجاتے ہیں وہ ں کی غیبت شروع کردیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم محتاج ہیں اور یہ لوگ ہمیں صدقہ و خیرات دیتے نہ ہی ہماری طرف راغب ہوتے ہیں پھر ان میں سے اکثر حج کی سعادت سے محروم رہ جاتے ور اگر وہاں پہنچ بھی جائیں تو خوراک کی تلاش اور اس کے حصول میں مشغول رہنے کے باعث ان اکثر مناسک حج فوت ہوجاتے ہیں (جاری ہے)

قیہ صفحہ ۴۱

ر۔۱۔ اسے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو مسجدوں میں ذکر کرنے سے لوگوں کو منع کرتا ہے۔ الخ

باندھ کر اگر بہت لوگ مل کر ذکر کریں تو یہ بالکل جائز ہے حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں اور جماعت کے ساتھ ذکر جہر کے متصور نہیں۔ اس حدیث شریف کو روایت کیا بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ وغیرہ نے

اشرف علی دیوبندی فرماتے ہیں۔ عزیزم السلام علیکم ورحمتہ اللہ ذکر دونوں طرح مفید ہے لیکن جہر علوم ہوتا ہے۔ آپ بھی جہر کریں مگر اس قدر جہر نہ ہو کہ لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ فتاویٰ امدادیہ

غلام رسول سعیدی نے کتاب ذکر بالجہر۔ میں صفحہ ۲۲ پر ذکر بالجہر کی افضلیت پر تیس دلائل پیش یے ہیں جسکی خواہش ہو وہاں دیکھ لے۔

آہ! حضرت صاحبزادہ طیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین ایجوکیشن کالج گل بہار پشاور

جمعۃ المبارک ۱۷ مارچ ۱۹۹۵ء کو پندرہ روزہ الحسن پشاور کے مرکزی دفتر آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی جب ریسیور اٹھایا گیا تو حضرت شیخ المشائخ صاحبزادہ طیب الرحمٰن صاحب۔ قادری سجادہ نشین چھوہر شریف ہری پور ہزارہ کے وصالِ حق کی خبر سنائی گئی جو آستانہ عالیہ کے لئے ایک حادثہ جانکاہ سے کم نہ تھی۔ کیونکہ صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدیر اعلیٰ الحسن بقیۃ السلف، حجۃ الخلف حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی کے ساتھ نہایت گہرے محبانہ مراسم تھے جن کا سلسلہ دونوں مقتدر ہستیوں کے بزرگانِ کرام سے مل جاتا ہے۔

مرحوم کے جد امجد غوث وقت حضرت عبدالرحمٰن صاحب قادری چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ سات واسطوں سے قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین حضرت علامہ عنایت اللہ صاحب قادری کے خلیفہ مجاز تھے۔ جبکہ انہوں نے مدیر اعلیٰ "الحسن" کے جدِ اعلیٰ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری گیلانی کے والد گرامی قدر حضرت سید عبداللہ شاہ صحابی بابا رحمۃ اللہ علیہا (ٹھٹھہ) سندھ سے خلافت و اجازت حاصل کی تھی۔ اس نسبت سے صاحبزادہ صاحب آستانہ عالیہ قادریہ یکہ توت شریف پشاور کو اپنا پیر خانہ جان کر حاضر ہوتے تھے۔ آپ یہاں پر جس ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کا اہتمام فرماتے عصر حاضر میں اس کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے۔

موصوف کے انتقال سے چند روز قبل مدیر اعلیٰ الحسن امراض چشم کے علاج کے سلسلے میں لاہور تشریف لے گئے تھے ورنہ ضرور جنازے میں شریک ہوتے چنانچہ آپ کے صاحبزادگان حضرت سید غلام السیدینؒ قادری گیلانی اور سید محمد حسنین قادری گیلانی کے ہمراہ جناب میاں تاج محمد مظہر صدیقی اور راقم الحروف ہفتے کے دن ۱۸ مارچ کو صبح سات بجے روانہ ہوئے۔ ساڑھے نو بجے ہری پور پہنچ کر جب چھوہر شریف کی طرف مڑے تو لوگوں کا ایک سیلاب چلا جا رہا تھا۔ جنازہ گاہ تک یہی صورتحال تھی۔ یوں معلوم

ہو رہا تھا کہ سارا ہزارہ امڈ آیا ہے۔ علماء و مشائخ، اعلیٰ سول و فوجی افسر، ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، صحافی، پروفیسر، طلباء، قومی و صوبائی اسمبلی کے ممبران، کسان، مزدور، تاجر دوکاندار غرض یہ کہ ہر طبقہ۔ زندگی کے لوگوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ گاڑیاں ایک بہت بڑے میدان میں پارک کی جارہی تھیں جس کا انتظام پولیس نے سنبھال رکھا تھا۔

دس بجے رہائش گاہ سے ذکر الٰہی کے حلقے کے ساتھ جنازہ اٹھایا گیا۔ جنازہ گاہ تک کلمہ طیبہ۔ کا ورد با آواز بلند جاری رہا۔ اس موقع پر انجمن طلباء اسلام ہری پور کے نوجوانوں نے بھرپور خدمات انجام دیں اور اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظم و ضبط برقرار رکھا۔ جوان کا نہایت قابل تحسین کارنامہ ہے۔ خیبر ایجنسی کی مشہور روحانی شخصیت حضرت شیخ گل صاحب قادری (لنڈی کوتل) نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ اس موقع پر لاؤڈ سپیکر آف کر دیا گیا اور مکبّرین کے ذریعے لوگوں تک تکبیر کی آوازیں پہنچائیں گئیں۔ سلام پھیرنے کے بعد سکون سے دعا بعد نماز جنازہ کی گئی پھر صاحبزادہ صاحب کا آخری دیدار کروایا گیا۔ یہ بڑا رقت آمیز منظر تھا کئی عشاق غم کی تاب نہ لاسکے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ایک شقی القلب نے اس موقع پر بھی اپنی بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک شخص کی جیب پر وار کیا لیکن پکڑ لیا گیا اگرچہ بے پناہ رش میں جیب کترے کا رفوچکر ہو جانا کوئی مشکل نہ تھا لیکن یہ بھی صاحبزادہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ غائب نہ ہو سکا اور دھر لیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ طیب الرحمٰن صاحب قادری رحمتہ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات اگرچہ پسماندگان کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمائے اور صاحبزادہ صاحب کو جنت الفردوس نصیب فرمائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ عقیدت مندوں اور علمی و روحانی حلقوں کے لئے بھی ایک ناقابل تلافی نقصان ہے اور مستقبل قریب میں اس خلاء کے پُر ہونے کی ظاہری طور پر کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ گزشتہ تین پشتوں سے اس خاندان نے ہزارہ میں علم و عرفان کی جو شمع جلائی تھی صاحبزادہ صاحب نے اسے ہر ممکن طریقے سے روشن رکھا یہاں تک کہ اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اب اس مشعل کو تاباں رکھنے کی ذمہ داری صاحبزادہ صاحب کے اکلوتے فرزند ارجمند پر آن پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے

بقیہ ص ۵۸ پر ملاحظہ فرمائیں